

شجاعی دیوبندی

ماہنامہ

ایڈیٹر: عالم عنان

جو اپنے لئے پسند کرتے ہو
دوسروں کیلئے بھی وہی پسند کر دے

تالیف: میرزا جعفر شریعت

صالان

پڑی

فہرست فوری ۱۹۶۵ء

۱	دارہ	اگواں واقعی
۲	عامر عثمانی	آغاز سخن
۳	شمس نوہر عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں
۴	عامر عثمانی	سچی کی ڈاک
۵	"	غزل
۱۴	"	قطعات
۱۹	"	دعوت فکر و عمل
۳۰	"	قادیانیت کے جبری و گرسان
۳۱	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۳۲	عامر عثمانی	غذیات
۳۵	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	معترضین کیا فرماتے ہیں
۵۱	فہد ابن شیخی - حافظ رام نظری	مسجدیں بخانے تک
۵۹	عامر عثمانی	جاح غنم فارق لعلہ کا
۶۱	ملل ابن العرب مکی	اعتراف حق
۷۴	عثمان فارقلیط	

۲۶ ویں سال کا نو اس شمارہ

پاکستانی حضرات یاکٹا نے حضرات سالانہ خریداری
تیسرا ۲۵ روپے کا منی آرڈر درج

ذیل پڑھیں:-

مکتبہ عثما تبرہ ۳۳۸۰ ملینا یازار۔

پیر الہی بخش کالونی - گرایخی -

پھر منی آرڈر وصول ہو جانے کی جوڑ تخلی رسید

والپس آئے اسے ہمارے پاس لفافے میں پھیلیں

بچہ چارپی پوچا رکھا۔

شیخ بخاری - بخاری آفسن - دیوبنی)

امریکہ - انگلینڈ - ناگیریا - کنیڈا - فرانس -

انڈونیشیا سے بذریعہ بھری ڈاک دیوبنڈ -

بذریعہ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ - بھریں افریقیہ

سعودی عرب قطر وغیرہ سے بذریعہ بھری

ڈاک ایک پونڈ

دس شانگ - بذریعہ

ہوائی ڈاک تین پونڈ -

ماہنامہ

دیوبند

ایڈٹر عامر عثمانی

سالانہ قیمت
بیس روپیے

اس شمارے کی قیمت
دو روپے

اسلامی پریس - دیوبند

اس دائرے میں سُرخ نشان
ہے تو سمجھ لچھے اس پر حصہ آپ کی خریداری ختم ہے
یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت پھیلیں یادی پی ایجاد
دیں۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع
دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی سے
بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی قرض پڑگا۔
منی آرڈر بھیکر آپ وی پی خرچ سے
بچ جائیں گے۔

کرم فرمائی گرفت درست تھی کہ "دوچار" کا نظر پر
می محل ہے۔ "ہمکنار" ہونا چاہیے۔ ہم نے اپنا مسودہ
دیکھا۔ وہاں "ہمکنار" ہی تھا۔ گویا چوک ہم سے نہیں تو
کتاب صاحب کے کمال فتن دکھایا۔ یہ بات ہم سخت تھی جو
تصور کرتے ہیں کہ اپنی غلطی کا تب اور صحیح کے سر مطروح
دین مگر ہیاں قصور ان ہی صاحبان کا تکلا۔ ہمارے قلم
نے "ہمکنار" ہی لکھا تھا۔ یقین گزناہ کہ ناقارئین کے
اختیار میں ہے۔

اطیفہ

کچھ نہ کچھ لیٹ پڑنا تو تجھی کا مقدر ہی سے۔ بھی
کارونا آپ ہزار بار سن چکے۔ وہ بچاری لوگوں کی توں
اپنی وضع تی پابند ہے ہی مگر اب کیا یہ بھی ہوا کہ میں
اس وقت جب جزوی ^{۲۵} کا شکم پوشنگ کے لئے
تیار تھا تو دُنگانے کی وہ ریڑھی (صیلی۔ چارڈی) اپنی
ہیچھی جس میں ڈاک لے کر ریلوے اسٹیشن تک جاتی ہے۔
راہم الحروف اُس سفر پر جانے سے پہلے جس کی تفصیل
آگے دی جا رہی ہے یہ شمارہ نہ صرف مکمل کر گیا تھا
بلکہ اس کا بڑا حصہ چھپ بھی چکا تھا۔ موقع تھی کہ اہل فتو
اسے جزوی کے پہلے صفتے میں پوسٹ کر دیں گے۔ لیکن
والپی یہ معلوم ہوا کہ ریڑھی خراب ہو جانے کے باعث
پوشنگ میں چھ سات دن زائد لگ گئے ہیں۔ یہ
پش حکایت ہے شکایت نہیں۔ شکایتیں تو اساری
حشر کے دن پر اٹھا کر رکھدی ہیں۔

(۳) پہلے شمارے میں "آپ تقریر کیسے کریں" کے
تبصرے یہی صنف کا نام "جم الدین اصلاحی" چھپ
گیا ہے۔ درست "اجیانی" ہے۔

احوال و اقعنی

تصحیح الاغلاط

(۱) دسمبر ۱۹۶۴ء کے شامی میں "تجلی کی طاہر" کے
تحت صفحہ ۳۵ پر ہم نے جناب فہمنا ایں نہیں کے
ایک شعر کو باہم سور شانہ اعتراض بنایا تھا کہ
"بادر آنا" خلاف محاورہ ہے۔ اساعت کے بعد
نہ جانے کتنے قارئین نے خطوط کے ذریعہ تنبیہ فرمائی
کہ تھارا اعتراض غلط ہے۔ ثبوت میں غالب کا معروف
مصریہ لکھا۔ باور آیا ہمیں پائی کا ہوا ہو جانا
لطف یہ ہے کہ یہ شعر خود بھاری پادری اشت کے کسی
گوشے میں عرضہ ہے استراحت فرما تھا۔ پہلی ہی تنبیہ
پر انکھیں مل کر اٹھ بیٹھا اور ہمیں اپنی حالت پر چھب
ہوا کہ کس عالم میں ہم نے خدا صاحب پر اعتراض ہوتے
دیا ہے۔ خدا ان بزرگ کی مغفرت فرمائے جھوپوں نے
درج ذیل شعر کہا تھا:-

کہے بر طارم اعلیٰ شینم
گہے بر پشت یائے خود نہ بینم

ہمیں خوشنی ہے کہ قارئین تجھی میں بہت لوگ
ایسے موجود ہیں جو بروقت ہمیں ہماری غلطیوں پر
لوگ سکتے ہیں اور ہمیں افسوس ہے کہ بعض اوقات
ہم سے فاٹش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اللہ ہمیں ہدایت
دے۔ امید ہے خدا صاحب اس تصویر کیتئے معاف
فرمائیں گے۔

(۲) ایک کرم فرمائے خط سے پتا چلا کہ دسمبر کے شمارے
میں صفحہ ۲۸ پر عمارت یوں گھپی ہے:-
"تم کہر طرح کی کامرانیوں سے دوچار
ہو سکتے ہو۔"

مُوَدَّادِ سَفَر

شعراء بھی۔ انہوں نے مینٹ لیعنی شاعروں کے نام نشر کرنے کا فرضیہ جناب م۔ نسیم رنجام دی، رہے تھے۔ ایک چیلی حلقوں ادب اسلامی کی معروف شخصیت ہیں۔ خداوند اچھی لکھتے ہیں۔ غالباً اس جماعت اسلامی کے رکن بھی ہیں۔ بدزوفتی ہو گئی ایس نیفی کا ذکر نہ کیا جائے جو اس دیپٹی نشست میں پیش آتا۔ قاعدہ پیش کرنا اور سر تعارف بھی کر ادیتا ہے۔ م۔ نسیم دھا جب یہ رضاختی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے۔ جیسا کہ ایسا تھا کہ جب وہ بھی پکاریں گے تو پیرے نام کے ساتھ "دریں جلی" کا اضافہ ضرور فرماؤں گے تاکہ آگے بخیں کچھ کہنے کی رحمت نہ اٹھانی پڑے۔ جماعت اسلامی کے اس اجلاس میں شاید بھی کوئی اللہ کا بندہ الیار یا ہو جو "تجیلی" سے واقع نہ ہو۔ اجلاس کے میں دلوں میں بلا مبالغہ ہزاروں افراد نے ناچیز سے جس ذوق و شوق اور محبت و عقیرت کے ساتھ ملاقات کی

اندازہ کیتے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء میں رات کے سوا گیارہ بجے جتنا جنتی اپکسپریس نئی دہلی کے اسٹیشن سے چیلی بھی اور جو تھر روز ۳۱ دسمبر کی صبح سوادنسا تک اسی نے ہمیں منکور کے اسٹیشن پر آتا۔ یہ مسافت تقریباً اتنی ہے کہ دہلی سے بہتی دوبار ہو آیا جاتے۔ تخلی راقم انحراف طویل اسفار کا عادی نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی ناگوں ذمہ داریوں میں اس کا مو قعہ بھی نہیں کیا ہوتا۔ بہرہ وقت کسی اور مشتعلے میں صرف کیا جاتے مگر حالات بھی بھی تجویز بھی کر دیتے ہیں۔ یہ نسفر جیبوری بھی کاشاخانہ بھیتے۔

ہواؤں کہ جماعت اسلامی ہند کے اجلاس منعقدہ دہلی میں بندہ بھی حاضر تھا۔ آخری ان اس کی ایک ادبی نشست ہیوئی جس میں احتکر کو بھی پچھہ رپڑھا پڑا۔ کچھ سے مراد ہے کلام متفقом۔ اس نشست میں جناب حفیظ میر بھی بھی تھے، ابوالمحاجہ ز آبد بھی، عروج قادری بھی اور دہلی کے بعض خوشگو

لطفیہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ میں اگر محترم اناڈن سے کے اس لطف خاص پر ملا کچھ عرض کرتا تو اندر شاہکہ را ٹھیک شرمذنگی اٹھانی پڑے اس لئے صرف نظر کرتے ہوئے میں نے فتحیہ اشعار سے پڑھنے کا آغاز کیا۔ خیال پر تھا کہ پہلے چن نعتیہ شعر ہو جائیں پھر وہ چند اشعار پیش کروں جو اجتماع سے متاثر ہو کر فوری طور پر کہے گئے ہیں لیکن سامعین کی حوصلہ افزائی کے نتیجے فتحیہ کلام کا سلسہ کافی دراز ہو گیا اور پانچ چھوٹ قطعات کے بعد وہ نظم بھی جبکہ پڑھنی طریقی جو "صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے الجی میں پھرپھر چلی ہے۔ عادت پڑھنے کی ہے نہیں۔ مسلسل درستک پڑھنے کے باعث تھا کیا تو نظم ختم کیسے اٹھے سے ہٹ آیا۔ خیال تھا کہ دوبارہ اکثر نوبت آئی تو اجتماع والے اشعار پڑھ دوں گا۔ دوبارہ نوبت آئی کی توقع اس لئے تھی کہ خود نیم صاحب بعض شرار کو دوبارہ زحمت سخن دے رہے تھے۔ نہ صرف زحمت دے رہے تھے بلکہ جناب حفیظ نیر جھی کے کلام پر تو انھوں نے کافی دلیلیک توصیفی تقریر بھی فرمائی۔ ان کا خیال شاید تھا کہ حاضرین مشاعرہ اتنے عقلمند ہرگز نہیں ہو سکتے کہ کلام حفیظ کی بارگیوں اور خوبیوں کو پوری طرح سمجھ سکیں اہم امیر افریضہ ہے کہ انھیں رہنمائی دوں۔ ایسے شفیق و کرم اناڈن سے میرا یہ امید کرنا بے جا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ مجھ گناہ کار کو بھی وہ ایک بار اور یاد فرمائیں گے۔

لیکن شیفت ایزدی میں کے چارہ ہے۔ وہ ناجیز کے کلام سے شاید رہت اور ہی اس قدر بیزار ہو گئے تھے کہ دوبارہ سننے کی تاب ہی نہیں تھی۔ سامعین نے انھیں ضبط نفس کرتا دیکھ کر خود ہی اواز اٹھانی کہ عامر عثمانی کو لاؤ۔ اب وہ اٹک کی طرف بڑھے اور ناجیز نے خیال کیا کہ نہ سہی ذوق و شوق کے ساتھ بادل ناخواستہ ہی سہی اب وہ کسی ساٹر کی طرح حاضری لینے کے انداز میں کہیں گئے کہ عامر عثمانی حاضر ہے؟ اور بنده کو روشن بجا

اس سے ظاہر تھا کہ تھی ان سب کو عذر نہیں ہے۔ بہر حال یہ ایک قدرتی بات ہوتی اگر محترم اناڈن ناچیز کے تعارف میں صرف "دیر تھی" کے الفاظ اپنی بمارک زبان پر لے آتے مگر خدا جانے انھوں نے کیا سچ کر تعارف تھے اس انداز میں کرایا۔

"اب آپکے سامنے عامر عثمانی آ رہے ہیں جو لکھنؤ کے حلقة ادب اسلامی کے صدر ہیں۔" میں نقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ہے موصوف تھیک وہی الفاظ فرمائے تھے جن پر خط چین دیا گیا ہے۔ یہ بہر حال طے ہر کہ انھوں نے "صدارت" کا دکر کیا تھا۔ میں جیران کہ یا اللہ یہ کوئی صدارت ہے جو محترم میں تھیں نے ازراہ عنایت حفظے عطا فرمادی ہے۔ اس کا تو تصویر اٹک نہیں کہ سکتا تھا انہوں نے کم و بیش میں سال پہلے لکھنؤ کے کسی جلسے کی صدارت الگ غلطی سے کسی نے تھجھ نالائق کو سونپ دی تھی تو نیم صاحب اس کا ذکر ضروری سمجھنے کے۔ یہ صدارت تو حفظے یاد بھی نہیں تھی۔ بعد میں پھر لوگوں نے قیاساً بتایا کہ شاید انکا اشارہ لکھنؤ کے جلسے والی صدارت کی طرف تھا۔ حاضرین میں سے شاید بھی کوئی اللہ کا بندہ اس "تعارف" کا مطلب سمجھا ہو۔ جی چاہا کہ کلام پیش کرنے سے پہلے محترم اناڈن سے تعارف کی وضاحت چاہیوں اور بریافت کروں کہ لفظ تھی میں کو نہ سازہر تھا جس کے راستے آپ اسے اپنی زبان بمارک پر نہ لاسکے اور یہاں ایسے تعارف کی زحمت فرمائی جو حاضرین کے لئے چیستاں کے سوا کچھ نہ تھا۔ مجھے یہ شکایت نہیں کہ نالائق کے نام سے موصوف نے جناب اور صاحب کے الفاظ کا جوڑ مناسبت سمجھا۔ حالانکہ دوسرے تامہزادہ اس سے لواز سے نکلے مگر یہ شکایت ضرور ہے۔ محترم اناڈن نے ارادی یا بغیر ارادی طور پر ایک باغیجی و غریب تعارف کرایا جو جائے تعارف کے نجاہیں "قرار دیا جاتے تو غلط نہ ہو گا۔"

کے انکلے درج بھٹکل کے اجنبی کالج کے پرنسپل چاہ ڈاکٹر سید ابو علی صاحب ناچیز سے ملے اور فرمایا کہ بھٹکل کے مشاعرے میں شریک ہونا ہے جو ۱۵ دسمبر ۱۹۷۴ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ محترم اتنا لامسا فرمیرے بس کی بات نہیں۔ نہ صحت اس کے لئے سازھار ہے نہ مصروفیات اس کی اجازت دیتی ہیں۔ اخنوں نے اس اعتذار کو ایک خوبصورت مسکراہ بھٹکل کے بھروسے تو کے طھاٹ اتارتے ہوتے فرمایا کہ جانا تو بھی ضرور پڑیگا۔ حفظ امیر ہی بھی جائیں گے سفر نہیں کرنا پڑے تھا۔ لفظ بہ لفظ مکالمہ تو یاد نہیں۔ حاصل گفتگو یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے حسن اخلاص اور حسن اصرار کے آج کے بھی تھیں ڈالنے پڑے اور ہم ای بھری۔

پھر دیوبند کے قیام میں رام نوی سے دعوتنامہ ملنا کہ مرکزی درسگاہ ۱۴ اردمبیریں ایک ادبی لشست کمرہ ہی ہے اس میں تیری حاضری ضروری ہے۔ جواب دینا پڑا کہ بھائی ۱۴ اردمبیر کے لئے بھٹکل اور اُس سے وعدہ کر کھکا ہوں۔ الگ وہاں سے اضافہ بند دعوت نامہ آگیا تو انکار کی کوئی تجھجاںش نہ ہو گی۔ الکوئیہ ادا و عدالت فا۔ اس کے جواب میں اوشاد فرمایا گیا کہ الگ بھٹکل کا پر وکر ایک اسی وجہ سے مل جائے تو ضرور آنا یا رشاد کی صاحب کرامت ہی کا تھا لہذا بھٹکل ستار آیا کہ مشاعرہ ۲۰ جوری ۱۹۷۴ء پر ملتوی کردیا گیا ہے اس کے بعد اضافہ بند دعوت نامہ بھی آگا۔

رام پور کی حاضری میرے لئے بلاشبہ تحریکی۔ رام پور میں بیرونی بہت ہی محبوب عربی سس نوید عثمانی بھی ہیں اور جماعت اسلامی کے متعدد افراد بھی تھے تیفینا محبوب ہیں جیسے مولانا عردد حق قادری۔ مولانا يوسف اصلانی۔ برادرم ابوالمحابد زائد دخیرہ۔ دہان کی خانی باوجو خراپی موسیم کے دشیب رہی۔ دوستوں کے صور پر اجتماع سے متعلق اشعار تھیں مثلاً نے پڑے۔ الگچھ اضیں سننے کو دل نہیں چاہتا تھا الگم نیم حصہ۔ اس

لائے چاکر حاضر خاں ا لیکن اخنوں نے تقریر شروع کر دی۔ تقریر بھی کوئی بردی پیش نہیں۔ مگر اقبال نے کہا تھا۔ یہ ناداں تحریک سمجھے میں جب تھت قیام آیا ہر شاعر کا ایک محل ہوا کرتا ہے۔ بعض لوگ اب شاعر میں بھی تقریریں کرنے لگے ہیں۔ اناونس حضرات نے مستقل ایس وظیرہ بنالیا ہے کہ اپنی طلاقت لسانی اور خوش گوئی کا زیادہ سے زیادہ منظاہرہ کر کے شاعروں کے حسن کی بھی تجھ داد خود صبول کر لے جائیں۔ راقم الحروف میں ان مشاعرہ کا مرد نہیں۔ عرصہ ہوا یہ دادی چھوڑ دی ہے لہذا اناونس مینٹ کی اس نئی قسم پر تفصیل انہا رائے بھی فضول۔ لیکن م۔ نیم صاحب نے اس وقت جو تقریر کی ہے اس کا بین السطوری خلاصہ لطفی کو مکمل سمجھتا ہے اس لئے آپ بھی مسٹن لیجیے۔ الفاظ تجھ بھی ہے ہوں ٹھال ان کا یہ تھا کہ دیر کافی ہو گی ہے عام عثمانی جیسے ٹھیٹھیا شاعر کو سننے میں سامعین مزید وقت برپا کریں پیشرافت کے خلاف ہے۔ آپ کو صحیح اٹھنا بھی ہے۔ دس پندرہ منٹ اور عام عثمانی نے لے تو نظامِ کائنات تھے و بالا ہو جائے گا۔ سمندر خشکیوں پر چڑھ آئیں گے۔ وغیرہ ذلک۔

میرا خیال ہے محترم م۔ نیم حصہ۔ نقصومی سے کام لیا۔ اب دونج رہے تھے۔ اخھیں غالباً تجد پڑھا ہو گا یہ کہنا تو نقصومی کے خلاف ہوتا کہ تجھ بھی تجد پڑھا ہے لہذا مشاعرہ ختم کرتا ہیوں۔ کچھ ادھراً حسر کی نہہ کر اخنوں نے مشاعرہ ختم کر دیا اور عام عثمانی غریب سوچتا ہی رہ گیا کہ ایک تجد لذ اور مرد ہوں کو آخر مشاعرے جتنے خرافاتی اجتماع "کا اناونس کرس گدھنے بنادیا تھا" یقیناً شاعر۔ مجوہ تحریک ہوں کہ دنیا کیا ہے کیا ہو جائیکی یہ سب جملہ معمراً ضرر تھا۔ بتانا یہ قصود تھا کہ آخر صحیب گنیاں م شاعر کو بھٹکل کے مشاعرے کی دعوت کیوں اور کیسے مل لی۔ شدنی ہو کر رہتی ہے۔ مذکورہ لشست

کیوں چھپڑیں اور مشاعرہ کرنے والے خوش نگرے بھی
ایسے چھپڑتے ہیں کیوں پڑیں۔ سوال تو مشاعرے کی
کامیابی کا ہے۔ یوم اُج جب اشتہار میں پڑھلاتے ہیں کفاران
حترمہ اور فلاں مکرمہ بھی رونق طراز ہوتے والی ہیں تو
خواہی خواہی انھیں بزم مشاعرہ تک قدم رنجو فرمانا ہی
پڑتا ہے۔ عمادِ پھاگا یہ کہ شاعرات "مسنِ فلاں" ہیں
نہیں کہلا تیں بلکہ نلمی ستاروں کی طرح انھیں صدروں
تک "مس" ہی کہا جاتا ہے۔ یہ بہر حال اتنی اپنی قسمت
ہے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ چار مولوی شاعرین ازین
پڑھتے مشاعرے تک پہنچے۔ غصب یہ تھا کہ شاعرے کے
سر پرست جناب ڈاکٹر سید ابوالغیث علی تھی شاعر کی حد تک
مولوی ہی نکلے اور دو ہزار میل سے آنے والے چار تھے
ماندے شاعروں کو سستے پہلے مصلحت ہی سے واسطہ پیش
آیا۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ خرابوں کو دیکھ کر خسر لوزہ
نگاہ بدلتا ہے۔ جاؤ تاکا مصلحت کے چکر میں پھنستا گیا۔
غمہت ہے اُدھر سرداری نہیں تھی۔ وضو کرنے والے خدا
کا شکر پھیج سکتے تھے کہ اسی بہانے انھیں برا بر منظہ دھونے
کا موقوعہ پیس ہوتا رہا۔ سرداری ہوتی تو پیر فعل مسلسل
بعض حضرات کو عذاب ہی کے ہم معنی محسوس ہوتا۔
منگلور سے بھٹکل تک بس اور ٹیکسی کار اتک تقریباً
پانچ گھنٹے کا ہے۔ کچھ فاصلہ بس سے طے کیا گیا پھر
ٹیکسی لی۔ راستہ اس تدریج لکش اور سر بزر و شاداب تھا
کہ سفر کی تکان ایک روانی کیف دسرشاری میں تخلیل
ہوتی چلی کی۔ چھوٹے بڑے پھاٹوادیاں۔ خلستان،
ندیاں اور تلائیں۔ کتنا حسن تھا ان تقدیری مناظر میں۔
اُدھر کی ایک شصوی صیت یہ دیکھی کہ لوگ کثرت سے
"ابوکر" نام رکھتے ہیں۔ ہم شاعروں کے علاوہ ایک اور
صاحب بھی ٹیکسی میں شریک سفر تھے۔ ان کا نام تھی "ابوکر"
ہی تھا۔ یہ بھٹکل ہی کے رہنے والے تھے کہیں باہر سے
مع اہمیت شریف لارہے تھے۔ ان کے حسن اخلاق سے
اہل بھٹکل کے بارے میں بڑا اچھا تاثر اُنم ہوا۔

محفل میں ہوتے تو ہر گز نہ سنا تا۔ بلکہ شاید کچھ بھی نہ سنا
دہلی کی ادبی نشست سے اندازہ کچھ اسیا ہوا تھا کہ حترم
م۔ یہ صاحب کی لکھنؤی طبیعت پر عامر عثمانی کی
کرخت و کریمہ آواز شاید بہت ہی کریں لئری تھے۔
یہ خدا کی شان ہے بھلانقطی یا فیقاتی توجیہ اس کی
میں یا آپ کیوں کریں۔

بات بھٹکل کی جیل رہی تھی۔ دعوت کی شان
نزول آئے سن ہی لی۔ اُنہوں نگلور کے استشناں پر اُتر
کر بھٹکل تک کیسے پہنچے۔ بعد میں پہنچا۔ پہلے یہ گوشگزار
فریادیجھے کہ ناگپور کے استشناں سے دو اور شاعر ان کرام
ہم سفر بنے جو بھٹکل ہی جا رہے تھے۔ سستی میناں اور
اور ناظم انصاری۔ سستی میناں کافی شہرت یا فتح
نظم گوشائیں یہ بات اتنی اہم نہیں جتنا یہ بات اہم
ہے کہ وہ صور و صلوٰۃ کے پابن ہیں۔ شاعر اور صور و
صلوٰۃ۔ سنتی کی بات ہے لیکن کہ شمعہ قدرت کو کیا
کہتا کہ جنتا جنتی کے طبقوں میں چاروں ہی "مس اذخوان"
شاعر جمع ہو گئے۔ ناظم صاحب مزاں کو ہیں اور نہیں
کہہ سکتا کہ عادنوں میں روفانہ جنتی شاعرین پڑھ لیتے
ہوں گے۔ یہاں بہر حال انھوں نے پوری طرح ساختہ دیا
اوہ پشم خلک نے یہ تماشا بھی دیکھا کہ شاعروں کا قوم ریں
میں میاں ٹرھتی جا رہی ہے!

اس تنقین مدت بھی۔ شاعر لوگ متھی تو پہلے بھی
کم ہی ہوتے تھے۔ اب تھی جی کی شراب نوشی ان میں
اس حد تک عام ہو چکی ہے کہ عین مشاعرے میں پیتے ہیں
ڈٹ کر پیتے ہیں۔ فخر سے پیتے ہیں۔ پھر ایک افلان سید
دوراں یہ ہوا ہے کہ تھرے شاعرات بھی زینت اُسی تھی
بننے لگی ہیں۔ صور میں نیسی بھی ہوں، عورت بہر حال حورت
ہے اور جب وہ نک سکے درست اور تیر توارے
لیں ہو کر جلوہ آرا ہو تو فضا دیسے بھی بادہ جام کے لئے
کچھ زیادہ ہی سماں کار ہو جاتی ہے۔ شعر کیسے ہیں کس نے
کہے ہیں کیوں کہے ہیں۔ یہ مولوی ماینہ بھٹ بھلا سامعین

کے لئے اتنا ملبا سفر کر لیا جاتا تو سواد ہنگانہ ہوتا۔ داکٹر صاحب نے مشاعرے کا یہ تھوڑا پہلی بار پھیلا یا تھا اس نے ہمہ ان داری کے استطامات میں مجھ سچے خامیاں تو رہنی ہی چاہئیں تھیں۔ ان خامیوں نے بعض ہمہ اُن کو تھوڑی بہت تکلیف پہنچائی ہے وہی بھی حیرت ناک ہیں۔ لیکن قصہ دشمنوں کی حد تک ہماری خاطر داریوں میں کسریں چھوڑی گئی۔ حد سے کہ راقم الحروف کو چار بجے شب کی چالے بھی ہیا ہوتی۔ چار جون جولائی میں تو صبح کے وقت بیٹھتے ہیں مگر تمبر اور جنوری میں تو اذان فجر بھی یاچ کے بعد ہی ہوتی ہے اہذا چار بجے والی چائے کو ”چائے نیم شی“ کے سو اکیا کہیے۔ تعبیر شاعرانہ بخ سے ہے۔ مولانا نہزادیہ نظر سے اسے ”تہجی والی چائے“ کہہ سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ میٹنے والے کو تہجی کی توفیق ہو یا نہ ہو۔ داکٹر صاحب کی قیامِ گاہ اور ہمارے الٹ شدہ مکان میں تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ تھا اس نئے رات میں چار بجے چائے کا ہجتا ہو جانا وضاحت چاہتا ہے۔ میراظر یہ ہے کہ جو لوگ نفس کے غلام ہوں انہیں اپنے نفس کی ضمیمانت اور میزبانی کا ہر ممکن اہتمام خود ہی کرنا چاہئے۔ دوسروں سے بہت زیادہ توقعات نہیں باندھنی چاہئیں۔ میں بھی غلام ان نفس ہی کے نرمے میں شامل ہوں اہذا سفر میں متعدد ایسی چیزوں بھی ماندھر کھٹا ہوں کہ بعض نقد قسم کے حضرات انہیں دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور پڑھ کرچکے شاید یہ بھی لکھتے ہوں کہ تھلی کا ایڈیٹر رفاقتی ہے۔ مشلاً موم تی تھی کرنڈ ڈالنے کی سلائی۔ فال تو ماچیں۔ طاٹ جس پر مصلحتی پچھایا جاسکے۔ سکٹ وغیرہ وغیرہ۔

اس وغیرہ وغیرہ میں تھرس بھی شامل تھا۔ پہنچائی کہہ لیجئے ماجسارت لے جا۔ میں نے بہر حال گیارہ بجے رات داکٹر صاحب سے تھرس میں کرم چائے بھروانی اور رات میں چار بجے نہ صرف میں نے بلکہ شمسی مینائی نے بھی اس سفرے لے لئے تھی۔

مزید سنتے۔ انسی وقت یعنی چار بجے شب میں بھی

ہمہان فوازی کی شان انہوں نے اس طرح دھلائی کہ بھٹکل پہنچکر پوری تیکسی کا کرایہ خود ادا کیا حالانکہ اسے ہم سب پر برابر بر قسم ہونا چاہیے تھا۔

ہمارے میز بان ڈاکٹر سید اوزیر علی حساب نماز کی حد تک ہو لوئی بے شک تھے لیکن باقی امور میں ہم سے کم رنده دل انہیں تھے۔ خوش گفتار بے تکلف، رادہ راج سنسنہ ہنسانے کے دلدادہ۔ انہوں نے پچھے شعراء کو اسے در دوست ہی پڑھیرا لیا تھا ملجم چاروں ٹوائیں ایسی قیامِ گاہ میں ٹھیک رایا جسے کوئی کھٹکی کہتے ہے بھی غلط اور نہ کہتے تب بھی غلط۔ یہ ایک دو منزلہ مکان تھا جس میں بہت سے کمرے تھے۔ محل و قوع نہایت پر فضرا۔ اردو گرد بہت سامیدان۔ پچھا صلی پر چھوٹے بڑے بہاڑ۔ نجی او خی وادیاں۔ درمیان سے گذر قی بوئی تارکوں کی کالی سڑک۔ صبح سویرے تو یہ مجھوںی منظر بڑا ہی رومان پرورد اور خواب ناک تھوس ہوتا تھا۔ معلوم نہیں یہ مکان پہلے سے خالی پڑا تھا یا فروی ضرورت کے لئے خالی کرایا گیا تھا۔ چنہ بھی روز کے لئے ہسپی مکر ایک مستقل مکرہ عاجز کے نام الاطم پہنگیا۔ مرض کہیے یا مالی خوکیا۔ عاجز بہر حال یہ پسند کرتا ہے کہ الگ کمرے میں سوئے رخواہ اس کمرے کا قطر قبر ہی کے برابر ہو۔ یہ مکرہ قبر سے تقریباً آٹھ گناہ بڑا تھا۔ پختہ اور صاف تھا سونے کے لئے اگرچہ چار پانی تنصیب نہ ہو سکی لیکن جلدی نہایمیر اتنا موٹا گاہ اگر الدیا گیا کہ ریل کے مابقی سکنڈ سکلاس کا مزا آگیا۔ ناچیز و تیس بھی تھی تھی تخت پر سولیتا ہے تاکہ جیل کا سینڈٹ والا مرقد بڑیوں کے لئے بالکل ہیکا نا ناؤس نہ رہے۔ یہ عادت جیل جانے کے بعد سے ڈالی ہے۔ جیل برخ تھے کون جانے پھر کب ہمہانی کا شرف حاصل ہو جائے۔

تاریخ اجھی اس رد تمبر تھی اور مشاعرے ۲ رجنوری کو تھا۔ صبح کی سیر میں یکم جنوری کو داکٹر صاحب بھی شامل ہوئے اور کم سے کم میں تو اتنے محفوظ ہوا کہ اگر اسی بیر

بھراں کی دوہی شکلیں ہیں۔ یا تو مشاعرے کرانے والے کسی اور طرح فنِ تذمیر کریں یا پھر مدد والا راستہ اختیار کریں۔ یہ دوسرا راستہ عموماً اس حد تک نافع بلکہ انفع ثابت ہوتا ہے کہ دینے دلانے اور کھلانے پلانے کے بعد بھی اچھی خاصی رقم پیچ ہی کرہتی ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مشاعرے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ بے طبق کامشاہ کیا اہمیت رکھے گا۔ ہو سکتا ہے کوئی چوتھا اور پانچواں فائدہ بھی ہو۔ بہر حال جتنی جگہ سامعین کے لئے رسمی گئی وہ بڑی حد تک بھر ہی گئی۔ ایک بات ہے کہ جو عیشوارہ زاروں میں نہیں میں سیکلوں میں کیا جا سکتا تھا۔

شریک بزم تمام شعراء کے نام تو یاد نہیں۔ تھے بہر حال کافی تعداد میں۔ رشید کوئٹہ۔ بترحی کوئی۔ قدمی نڈنکی خلش بہنگولوی۔ فطرت بھٹکی۔ ہم چار عدد آغاز دس بجے ہوا تھا۔ اقتداء پایا جبکہ۔ اتنا طویل شعراء کی کثرت کی بنا پر اپنی ہنچا۔ ہنچا اس نے کسبت اعروی سے دو دو غزلیں پڑھوائی۔ گھنٹیں اور ہم چاروں سے تو شاید اس نے آن گفت پڑھوائی۔ گھنٹیں کہ زیادہ دور سے آئے تھے۔ اور اسی مناسبت سے ہمیں اپنی روزی کچھ زیادہ کمابی ہی۔ کس نے زیادہ داد بوری اور کون مشاعرے کا دوہارا بنا کر بتانا میرا کام نہیں۔ کچھ لوگوں نے غالباً پورا مشاعرہ پڑھتے کیا تھا۔ اس میں پتے جو عابض حضرات اپنی سمع خراسچی پسند کریں گے دوہی فصلے بھی دیں گے۔ مجھے تو ذرا سا صدمہ اس بات کا ہے کہ کھلکھل کر عوام کہم ایسی آواز نہیں پہنچا سکے۔ الگ طرف دو روپے بھی ہوتا تو مجمع یقیناً ڈکھنا لگتا ہو جاتا۔ مجمع کی زیادتی ہی مشاعرہ مقرر کی سب سے بڑی حوصلہ افزائی ہے۔ ہاں ان شعراء کرام کی بات اٹکتے جو تمام تر توجہ "نذر رانے" ہی پر کوڑ کئے رکھتے ہیں اور یہ حسوس کرنے کی فرصت ہی اخیں نہیں ملتی کہ سامعین کہیں یا زیادہ۔

بھاگ گئی۔ اتنا اندر صیر اکر چاٹے والے ہاتھ کو منہ کا پستانہ چلے۔ شمسی صاحب کا اندیشم چہرہ بھی نظر وہ سے غائب "محفل شیم شیبی" کا سارا امڑا ہی کر کر اہوا جا رہا تھا، لیکن مراق کام آگیا۔ ہم بھی نے وہ کام کیا جیسے میں باز غہ طلوع ہو گیا ہو۔ ایسے ہی موقع کے لئے شاعر نے کہا ہے جب خداۓ عشق نے توفیق دی سر جھک گیا۔

اپنے سر کے ساتھ اپنا اسٹاں رکھتا ہوں ہیں
مسجد فریب ہی گئی۔ اذان کی صدائیں وقت بلند ہوئی جب چہل قدمی کامیں بھیجے فریب کی ایک سرسری دادی میں ٹھہلار ہاتھا۔ سسی صاحب اس لغویت میں میرا ساختہ نہ دے سکے۔ ناظم صاحب نے بھی ان کا پہی ساختہ دیا۔ گویا۔

زخم نے دادیہ دی تسلیجی دل کی یارب!
داستان اگر اسی تفصیل سے دہراتی جاتے تو شاید فائزین بدھزا ہو کر درق ہی اُلطی دیں گے اس لئے آدم برسر مطلب کہہ کر ناجیز شب مشاعرہ کی طرف آتا ہے۔
ٹکٹ دش روپے سے سو روپے تک رکھا گیا تھا۔
جیاں ٹکٹ۔ ٹکٹ کے کتنی فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشاعرہ بکار نے والے سامعین شرکت کا موقع نہ پاسکیں۔ جو شخص پسیے خرچ کر کے شریک مشاعرہ ہو گا وہ نہ تو اخذتمام سے پہلے بھاگنا پسند کرے گا نہ شور و شر محتاہ گا۔ پرانا حصہ ہے کہ ایک سرحدی پٹھان نے تلاقی دشے دھیو کے میں میں خرید لیا۔ اب جو کھایا ہے تو بہرے بہرے مخفی بننے ہی تھے۔ کسی نے پوچھا کہ خان کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا خان اپنا پیسہ کھاتا ہے۔

کم و بیش اسی طرح ٹکٹ خرید کر مشاعرہ سنبھالا اور احمدی برسے سے بہرے مشاعرے کو بھی اس لئے برداشت کرتا ہے کہ تقدیمی خرچ ہوا ہے۔
دوسرافائدہ یہ ہے کہ مشاعرہ کو "انجی روزی آپ" کا نام کا درس ملتا ہے۔ شاعر لوگ نذر اور ادراک چھنپ کچھ نذر انہیں لے بغیر تو قدم رنجہ فرمانے سے رہے۔ اپنی پیٹ

ما نگے بغیر بڑے اطمینان سے اتنا اتنا گلاؤ دھلتے رہے۔ کاش اس موقع پر بھی شاعرِ عظیم نے دلکش صاحب سے کہا ہوتا کہ پہلے کچھ نقد عطا فرمادیجئے تب ہم اپنا کلام بلا غلط نظام پیش کریں گے۔

یہجے کی تھی معاف۔ میرزا جعفر مسٹر چارے اس

قدر عمدہ اور اتنی اڑاط سے پلائی تھی کہ لہجہ کو کچھ زیادہ بھی میٹھا رہنا چاہئے مہذ آگے کی داستان یہ ہے کہ کالج میں ایک لشست ہوئی جس میں اولاد درس قرآن ہوا۔ ثانیاً سوال و جواب کی محفل۔ بتا گیا کہ درس قرآن کی لشست یہاں معمولاً ہوتی ہے۔ پھر علم دیا گیا کہ آج میں ہی اس کا خیر کو انجام دوں لیکن مجھے اپنی ناہلی کا علم تھا اس نے گلا میٹھے کا بہانہ کر کے جان بجا لی اور گذا ارش کی کہ درس قرآن آج بھی وہی بزرگ میں جو معمولاً دیتے آتے ہیں۔ گلا میٹھا یقیناً تھا۔ جب خلاف عادات مسئلہ اشعار کی باہر چکا ہو تو ٹھکے کا بیٹھا اور لیندا شب برحی۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ حالات موجودہ درس قرآن میرے بس کا دھکتا۔ بحالات موجودہ سے مراد یہ ہے کہ حاضرین مجلس میں پیشی سے زیادہ نہ رکھے اور ان میں بھی چنہ بضرات جاتے ہیں سو یہ نہ کیونکہ مشاعرے کی مزامیں اخفیں رات بھر جائیں کے بعد بخصل شب کی بساطیتی کا فرضیہ بھی انجام دینا پڑتا تھا۔ ایسے حاضرین اور اتنے بجمع میں نہ چنہ جیسے نا اتنے کو انتشار کیسے ہوتا۔ انتشار کے بغیر درس قرآن کی صلاحیت تو کجا اپنے اشعار تک بھول جاتا ہوں۔ خیرت اسی میں نظر آئی کہ فقط اسماعیل ہی میں شامل رہوں۔ درس قرآن کے بعد البتہ کوئی عذر یا تہذیب اسکا اور سوالات کے جوابات دینے پڑے۔ سوالات کی نوعیت خالص دینی تھی اس لئے مشاعرے کی خراباتی رو واد میں ان کی تفضیل بے محل ہو گی۔ ویسے بھی مجیب کی حیثیت سے ہیں ایسا کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا جس کا علم قادرین کیلئے مفید ہو سکے۔

چنانچہ بعد میں یہ بات سہیں ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوئی کہ عوام کے کچھ نمائندے مشاعرے کی احکی صحیح ان سے لئے تھے اور خواہیں ظاہر کی تھی کہ ہم چوک میں مشاہدہ کرتے ہیں شرعاً کہ اسیں زحمت فراہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب تو بخوبی آمادہ ہو گئے تھے لیکن کسی شاعر صاحب سے ان سے فرمایا مزید مدت عہد پہنچا تو پسے بھی اور ملنے چاہئیں۔ یہ ستر ڈاکٹر صاحب سوچ میں پڑ گئے کہ بھولا اور پی شعر اکو کہاں سے دیئے جائیں گے۔ سوچ کا نتیجہ تھا کہ بالا ہی بالا انھوں نے سوچی خواہیں کو مسترد کر دیا۔ کاشش وہ مسترد نہ کرتے۔ ان کا بخیال کرنا درست نہیں تھا کہ سائے ہی شاعر مزید پیسوں کے خواستھا ہوں گے۔

مشلاً حفیظ میر ھبھی اور رشید کو قرآن مانگتے اور میرے بارے میں تو ڈاکٹر صاحب جانتے ہی تھے کہ مژد وغیرے سے آخر تک پیسوں کا گوئی ذکر ہی میرے اور ان کے مابین نہیں آیا۔ کیا ملتا ہے اور کیا انہیں ملتا۔ اس بحث میں پڑنا ان پڑے شاعروں کا کام ہوتا ہے جو عوامی شہرت کے مالک ہیں اور دنحوت دینے والوں سے سودا کرنے کی بوزشن میں ہیں۔ عاجز شاعر کی حیثیت سے قطعاً نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھسلک بلایا یہ ان کا حسن کرم تھا وہ جو چیزوں کو ٹھاں کون ڈالتا ہے۔ انھوں نے رکھنے کا لج کے ارباب حل وحدت کی مشودت سے عاجز کرنے جو بھی رقم جو نیز کی اپنی صواب بدید ہے۔ میں جب ازراہ اخلاق حاضری کی پا جی بھر چکا تھا تو جلے کچھ بھی نہ دیا جاتا جب بھی ضرور پہنچتا ریسا شخص بھلا اُس دوسرا مشاعرے کی "مزدوری" کیونکہ طلب کر سکتا تھا جو وہیں کے وہی منعقد پہنچنے جا رہا تھا۔ حضور صاحب روز روشن کے لئے دو دن مزید بھسلک میں بھیرنا ہی تھا تو.....

بہر حال "عوامی مشاعرہ" نہیں یہاں البتہ "گھر بلو نشستوں" میں ہم سب چھوٹے بڑے شاعر مزدوری

لہذا ادھر صاحب نے رائے دی کہ بس کے ذریعہ مبینی حل
جائیئے۔ رائے غلط نہیں تھی لیکن ۲۳ متحفظ بس میں بیٹھنا
مجھے اپنے بس سے باہر شوں ہوا۔ تیجھے یہ کہ بھلکل سے ہم
سرپ کا تارہ ادا کئے اور ہاں سے گوار۔ ابھی تاک ہمارے
میزبان ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ ہی تھے اور متعدد اور
حشرات بھی۔ لیکن گوار سے بہر عالی عہد فراق شروع ہونا
تھا۔ تماشائی ہوا کہ سی نہیں میلے کی برا پر گوا سے
میں تک کی بیان آٹھ دس روڑ کے لئے مکمل طور پر
ایجھیں۔ ایک بھی ٹکڑت نہیں مل سکتا تھا۔ پھر کیا ہو؟
اس سوال پر تمہارے گوئے ہوڑل کے نیم و گرم بترے
پر چاٹے تو شکستے ہوئے غور کیا۔ آفت یہ تھی کہ ہم
تو شدید کی طرف پر ڈال بھی نہیں جھوٹ سکتے تھے
کیونکہ بیج میں سمندر حاصل تھا۔ ڈاکٹر ہمارے فریاک
بھلکل ہی بوٹ چلوہ ہاں سے کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی
آئے گا۔ مجھے پیس کش ایک قسم کی اپسانی اور شکست
خوردگی کے ہم معنی نہیں ہوتی۔ بھلا ایسے ادویہ العزم
شعراء اور ایسی رجعت تھیں۔ حفظ صاحب کی بخش
یہ تھی کہ ایک تار تو چھٹی میں اضافہ کا تیجھ چکے تھے۔ اب
پھر نظر آرما تھا کہ مزید تار دینا ہو گا۔ ملazم تملکت
ہی تھیں۔ میں چونکہ خود اپنا ہی ملazم ہوں اس لئے کھر
سے چلتے وقت خود کو معزول کرایا تھا اور معزول شدہ
لیڈریوں کو مزید جھٹکی کی ضرورت نہیں ہو اکرتی۔ آخر
کھڑکی سے پہنچیں۔ یہ سوال دیر تک صدر عطا جبارہ اور
آخر کاربین نے گرہ تھا کہ بنده تو پانی کے جہاز سے
مبینی جائے گا۔ حفظ صاحب کتنے ہی مشہور اور بڑے
شاعر ہیں لیکن حالات کے قہرے فی الحال اُنہیں اسی
صف میں کھڑا کر دیا تھا جس میں یہی کھڑا تھا۔ سمندر کو
تیر کر کر کرنے کی صلاحیت نہ مجھے میں تھی اور انہیں میں
البتہ اتوالعزم والا پہلو ان کے نزدیک قابلِ محافظ
نہ تھا۔ دو بخوبی تیار تھے کہ بھلکل ہی بوٹ کر جان بچتی
ہے تو بلا کلفت بچالی جائے۔

بنا یا گیا تھا کہ جتنا جتنا ایک پرس ۵ ہر کی صحیح پیش ملی
کے لئے روانہ ہو گی اور اس میں دو سیٹیں رزرو ہوتی ہیں
یہ گاڑی روانہ ہیں چلتی۔ ۴۰ میں تھلی کے ایک مخلص جناب
عبد الغنی صاحب اسے شرار کے لئے پنک کا پروگرام
نا یا اور یہ پنک بہت ہی دلچسپ رہی۔ جانی نام سے
سمندر کا ایک کنارہ ہے جہاں تھلتان کے درمیان
ایک تھوڑی سی عمارت ہے۔ اس میں موصوف نورات
ہی سے "معظی" قائم کر دیا اور ہم خانہ بدوس شعراء کو ادا
کو اتنا کھلا یا بلایا کہ بقول شخص منہ پھر گئے۔ وہ تو آب
ہوا ہمیں اور ہاں کی کچھ ایسی ثابت ہوتی کہ جو کھاؤ ہے پسم۔
جوت ہم میزبان نے جس قیاضی اور اخلاص و محبت سے
یہ پنک کرائی ہے اس کا نقش تادیر لوح قلب پر باقی
رہتے ہے چا۔ مناظر کی دلکشی کے کیا کہنے۔ دلو سکر پھر دوں سے
سر ٹکرائے والی بوجیں اور حد نظر تک پھیلا ہوا سمندر
محکم کشیوں کے باد بان۔ شاعروں کی بارش سے
پانی میں مسلسل لرزنے والے "تارے" اور رہ رہ کر
موجوں کا خردش۔ وجдан و احساس کے کتنے بند
درد اڑے ایسے مناظر کھول دیتے ہیں۔ مرے سے طبر احسان
خلافی اکبر کی عظمت و جلالت اور اپنے وجوہ کی بے
میثاقی کا پیغمبر انگرط ایساں لیتار ہا۔ نگئے پر دوں سے رگ
رگ میں سر اڑت کرنے والی ریت کی تھی کتنے روانوی
محسوسات کے ھر و تدے اندر ہی اندر پہنچتی اور توڑتی
ہے۔ خاموش فضائیں کیسے ناشنیدہ نئے سنا تی ہیں۔
لکھنے تو ایک دفتر بن جائے۔

مگر آہ! ہر تجھ راحت کی طرح اس پنک کو بھی آخر
نہم ہونا ہی تھا۔ دلچسپ حادثہ پیش آئیا تھا کہ
رزرویں کی خبر غلط ثابت ہوتی۔ یعنی میں اور حفظ صاحب
بوجھن تھے کہ صحیح مزے سے منکور پہنچر جتنا جتنا میں
جا سیٹھیں گے یہ اطمینان خاک میں مل گیا۔ وجہ کچھ بھی رہی
ہو بہر حال رزویں نہیں ہو سکا تھا۔ اب کیا جائے؟
اتمال بسا سفر بغیر سیط رزرو ہوئے تو سفر ہی کہلاتے گا۔

بیٹھنے تک کی جگہ کو ترس رہے ہیں۔
ویسے اپنی موجودہ حالت پر ہنسی ضرور آرہی تھی۔

حفظ صاحب کی ذہنی کیفیت بچھے نہیں معلوم۔ میری اپنی کیفیتیہ تھی کہا ڈیٹریٹر تھیں سے اتنکہ ملتا شرعاً رہا تھا۔
پاریاڑی صدر عذہ میں میں گونج رہا تھا:-

ایسی شاعری میں عزت سادات بھی تھی
ایڈیٹر جعلی جیسے بڑے ناخشکوار لمحے میں کہہ رہا ہے،
اور کرو شاعری!

غمت یہ تھا کہ ارڈر برے لوگ نہیں تھے۔

گوا کے مختصر سے قیامیں یہ اندازہ ہو ہی کیا تھا کہ بد
مزاجی و بد اخلاقی یہاں عام نہیں ہے۔ حالانکہ شراب
اس قدر عام تھی کہ بعض پوادیوں کے یہاں بھی اسے
کھلے بندوں فروخت کیا جا رہا تھا۔

جہاز پلٹے ہی میں تو مناظر قدرت میں کھو گیا اور
حفظ صاحب بھی جسم ہی نظر آرہے تھے۔ وہ بڑے
خشش مراجح اور اچھے ساتھی ہیں۔ ان کا شرے سے
قاعدت عیاں تھی اور میں بھی یہ ویکھ کر بہت مکن تھا کہ
کیٹین کے پہلو میں لٹکا ہی لٹکا کی یوتلیں بھری رہی
ہیں۔ لٹکا لقریباً اولیا ہی مشروب ہے جیسا دیوبند کا
لیجن ہوتا ہے۔ حیر پر لقصیر میں سال سے اس کا اس
حد تک عادی ہے کہ جاڑوں میں بھی دو تین بار ضروا
چاہئیے۔ کیٹین جہاز میں دو تھے۔ ہر طرح کے ماکولات و
مشروبات سے ملا مال۔ یہ لوگوں کی جیب میں پیسے
بھی تھے اور رات ابھی دور بھی۔

ٹھر کا دفت آتا تو سوال شماز کا مدد اہم۔ اس تک
باجماعت چل رہی تھی۔ مگر اب تو اتنی تھی حکمة نہ تھی کہ
باجماعت ہی پڑھ لیں۔ حفظ صاحب جگہ کی لاش یہ
نسلکے اور میں سامان کی چکسی کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ یہ
مسرت بخت خبر لائے کہ اور پرانے درجے میں جہا:
کے عملے کا ایک خصوص حصہ شماز کے لئے بہتر ہیں ہے۔ پڑھ
پڑھ آیا ہوں۔ تم بھی پڑھاؤ۔ خبر تھا تو خود چالفر، اتحادی مکار اس کو

مزید ایک مسئلہ اور بھی تھا۔ حفظ بزرگ ٹلنگی بسیار
تھے۔ ایسی بسیاری تھی کہ بھری جہاز کا سفر نہیں کر سکتے
تھے۔ عبد القوی تھا۔ اگرچہ سار نہیں تھے لیکن لوٹاں
سے بزرگی صاحب کے ساتھ ہی آئے تھے اس لئے کیسے
مناسب ہوتا کہ تنہا انہیں جھوٹ کر بھری جہاز سے
بکل جائیں۔ پر ویسرا شید تو تر کو پونا جانا تھا۔

لہذا بھری جہاز کے مسافر ہم دو ہر اورہ تھے میں اور
حفظ صاحب۔ سوال یہ بھی تھا کہ بھری جہاز ہی
کا منتکٹ کیا آسانی سے مل سکے چاہو جب تھی کہ جہاز
بھی بس کل ہی جائے کا پھر دو دن تک نہیں جائے گا۔
قصہ مختصر جہاز کے درٹکٹ مل ہی گئے۔ فوجے

بڑی تکلیف ہوئی اگر حفظ جیسے اپنے دوسرت کو
چھوڑ کر اکیلا بھی چل دیتا۔ افسوس تو بزرگ احمد۔ اور
بھری صاحب کی حدائی کا بھی ہوا۔ میں یہ جدا ای ناگزیر
تھی۔ وہ دلوں ڈاکٹر صاحب کیسا تھا۔ بکل دلوں ڈیکٹر کے شرید
کو شر صاحب بطور لفترج ایک دو دن سے لے کو اپنی
میں رک چکے اور ہم دو شاعر ان آفت زدہ دن کے
سارے ہے دس بجے بھری جہاز پر لد گئے۔ لدنے کے
سووا اور کہاں بھی تھے جب نیکین نصیب نہ سیدھ رہو۔
میلہ اپنا جلوہ یہاں بھی دھنار پا تھا۔ جائے تسلیست
و مردان بسیار۔ مرد عورت سب کو رسے تھتوں پر
جاد دیں بچھائے بستر گھوے اس طرح فرد کش تھے جیسے
کہیں سے جائیں بچا کر بھاگی ہوں۔ ہم نے بستر
وغیرہ تو ایک جگہ ٹیکے ہی دیئے اور تھوں شفہ سینگ
سماں کی جگہ میر آہی گئی۔ لیکن جہاز کو تو اگلے دن نہیں
پہنچا تھا اور رات ہیں اسی میں کاشی تھی۔

چھ ذہنی اطمینان یہ دیکھ کر ہوا کہ جن لوگوں نے
ہم سے دو گئے اور مجھے میسے خرچ کر کے فستاً اعلیٰ تکٹ
خریدے ہیں وہ بھی درست میں ہم سے کم نہیں۔ ایکر۔
بھی سوائے شنے تھتوں کے کچھ نصیب نہیں ہوا۔ مزید
اطمینان یہ دیکھ کر ہوا کہ ہم سے بعد میں آئے والے تو

ہوں۔ حکمین کی پاچھیں مکمل گئیں۔ ہزاروں میں دو مریدوں کو اور دو بیند کا فاصلہ بالشت بھر سے زیادہ تھیں جو علم پڑتا ہے۔ پتائیں مصروفیت ہوا اور فوراً ہی میں سچے سے حفظ نہ صحت کو لایا۔ تھوڑی بھی دیر کے تجربے نے مطمئن کر دیا تھا کہ سامان کو پہرے دار کی ضرورت نہیں۔ حفظ صاحب سے اپنے بیرونی ہونے کا مکمل اطمینان دلانے کیلئے چھٹے سے تہسیں ہنس کر تم کھر لیوں کی بہت سی یاتیں تھیں اور جسیں تو قعات کا میردان ہوا رہتا چلا گی۔ کھر مغرب کے وقت علی ہی کے ایک فرد مصلی درغیل بھی نظر آتے۔ نام تھا احمد حسن۔ مجھ سے مشورہ لے کر بڑی اچھی اذان دی اور اللہ کے فضل سے بڑی خوشگواری حجت ہوتی۔

حامل یہ لکھنا ہی تھا کہ تم لوگوں کو با فراغت کشادہ اور خالی جگہ لاٹ ہو جائے۔ یہ فیصلہ آپ ہی کو سکنی کے لیے حق کی کرامت بھی یا نماز کی۔ سونے کی حد تک اس جگہ سے استفادہ صرف حفظ صاحب نے کیا۔ مجھے ساری ہی ولی درجے میں شکر رینگ کے قریب بستر کی تھیں، عبارہ جگہ میں کسی تھی میں اس طرح کسی تھی کہ قریب کی تنقیچ پر رجی ہاں اس حصے میں کچھ سیچیں بھی تھیں، ایک نوجوان پڑا چھٹے بہت ہی جگہ تھے لیکن تھے۔ کو ناچھر بھی خالی تھا۔ میں اجازت لئے بغیر وہاں بیٹھ جاتا تو وہ ضرور ناک بھوں چڑھاتے۔ میں میں نے گزارش کے انداز میں کہا کہ اگر کچھ مجبور نہ ہو تو میں کچھ دیر ہاں بھج کر سمندر کا نظارہ کروں۔ آدمی بھلے تھے۔ لیچتی "مسکنی" "محسوس" کر کے لیے سیٹھے ہو گئے اور فرمایا کہ جیسا میاں ضرور بھٹھے۔ شکر براڈا کھر کے میں بیٹھ گیا اور ان سے کہا کہ آپ لیٹے رہتے مگر وہ شاید تعطیل نہیں۔ مجھ دیر بعد میں نے اندازہ کیا کہ تنقیچ اور رینگ کے درمیان بڑی عمدہ جگہ موجود ہے جس پر سوٹ کتیں رکھے ہوتے ہیں۔ یہ سوٹ میں بہت جائیں تو میر بستر بڑی شان سے مکمل سکتا ہے۔

جان نے اسی بیرونی میں رومان کا بھی اضافہ حفظ صاحب کی اس پر اسرار اطلاع نے کر دیا کہ وہاں ایک حقر بھی رکھا ہوا ہے۔

حقر! — اس بیچائے کا ذکر تو اب تک کی کہاںی میں آیا ہی نہیں حالانکہ اس کی یاد سے سفر کا ایک دن بھی خالی نہیں گیا۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ کوئی ستم ظرف میں کے سریٹ ہی سے حقر میتے ہوئے سیدا ہوں ہو گکر پر بہر حال کہنا پڑے گا لہا بی حقر نو شیستے آغاز کی تاریخ میرے علم میں نہیں۔ جبے ہوش سنبھالا ہے حقدسا منے پار ہا ہوں۔ حقدسا اور معاد میں جو روایتیں اس کے اسرار سے تمام اہل تحقیق ماقبل میں سفر میں حفته نہیں ملتا تو سرگریٹ کے ذریعہ مدد کے کوچھ سلنا پڑتا ہے۔ حقر کی اشارت نے میرے قدم کھڑا یادہ ہی تیز کر دیئے۔ عمل کے کہیں جہاز کی پھلی "لیک" کی طرف تھے۔ تبع و عرض جگہ خالی ہی خالی نظر آتی۔ حقدا اگر جو یہ شکل تھا مگر تھا بہر حال حقدا۔ سمندری پس منظر نے اس کی بدشکل میں اچھی خاصی ملاحظت پیدا کر دی تھی۔ ارادھر ادھر صونڈا کہ کوئی صاحب نہیں تو حقدا کے اصلی مالک کا سراغ لگایا جائے۔ جو تھیہ یا بندہ۔ ایک صاحب نے جوانی سینتھت کردا تھی بنا پر حقدا کے مالک ہی نظر آرہے تھے۔ دریافت کرنے پر تصدیق بھی ہو گئی۔ لیکن یہ بھی اکشاف ہوا کہ نام سے بھمن شکھ۔ انکشاف کو ہاں ہوا تے تند کا جھونکا تھا جو آتا فانا چڑیخ امید مغل کر گیا۔

حضرت ان غیوں پر ہے جو بن ھلکا جھلکا اس حقدا نو شی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن خیر کا پہلو ایک اور رخ سے نکلا۔ میں نے نام کے بعد اتنا پتا بھی دریافت کیا تھا۔ جواب ملکہ میر ٹھکر کے ایک دیہات کا رہنے والا ہوں۔ یہ جواب سمندری ملکہ کے لئے تمہری ثابت ہوا۔ میں نے کہا کہ خوب ملے ساختی بھی میر ٹھکر کے ہیں اور میں خود دیوبند کا

یحصہ خود میرے نئے بھی کم مفید نہیں تھا۔ **نظیف الطبع**
حضرات جانتے ہیں کہ استخارہ کا سلسلہ تقریباً تمام ہی
مسئلوں سے اہم تر ہے۔ جہاں کے عام استخراجانے
بہت خود تھے اور خلقت کثیر لکھنے ہی، درشن ڈپو
والے کو کامنے تو دیکھنے میں آیا۔ غملے کے دیگر بنالاں تھے
اور سبتو صفات تھے۔ بھی تھے آج کی کامائی جائے۔
چار بجے کی چار جہاڑیں بھی لگتی چاہیں اکنہیں
رات بھر بند نہیں ہوا تھا۔ صبح کا منظر اللہ الکبر
دیکھنے اور دیکھنے ہی رہتے۔ لطف یہ کہ عملے والی شادی
جگہ طلنے سے بھی کام آگئی۔ گویا جو آسانی سفر حج کے
دوران ہولی جہاڑیں میر آئی تھیں اس سے اللہ نے
بھری جہاڑیں بھی خود نہیں رکھا۔ درجے کا باقی تما
حصہ یہ مردوں سے اس طرح ٹیا ہوا فحالمہ کینہیں میں
بھی میں سامان اور جسموں کو پھلانگ کر جانا پڑتا تھا۔

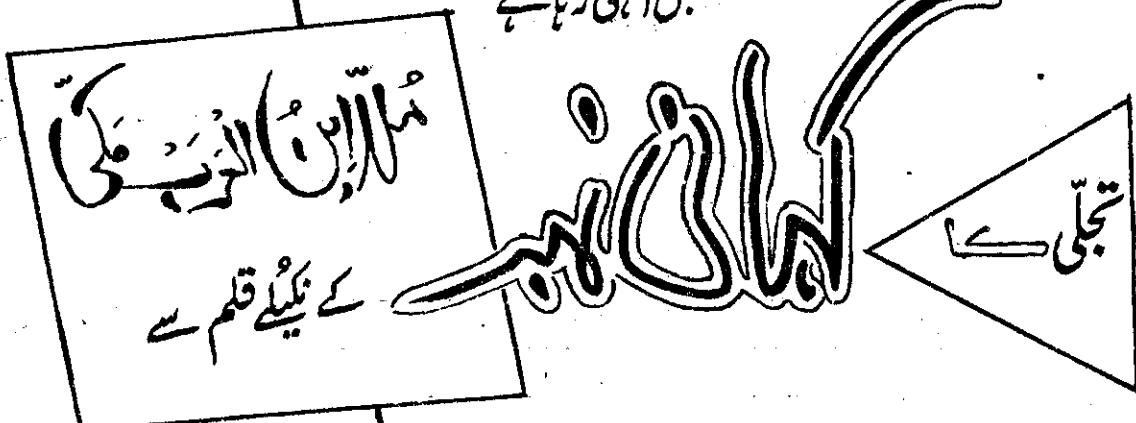
(جاری)

مکیم معتزل تھا۔ ہر اہم خوش گوارجوں ہو ہی
تھی۔ زیادہ عمد کی اس جگہ کی یہ تھی کہ آنے جانے
والوں کا ہنگامہ یہاں ممکن ہی نہیں تھا ورنہ ہر طرف
ہنگامہ تھا۔ مذکورہ نوجوان کی شرافت سے مزید قائد
انھانے کی نیت سے میں نے عرض کیا کہ شاید یہ سوٹ
نہیں آئے ہیں۔ اگر کوئی تحریج نہ تھیں تو نہیں
ذر اس طرف رکھ دیں۔ یہاں پر ابتر کھل جاتے تھے۔
اخنوں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ یہاں یا ان
چھامیاں اپنے سبتو لایتے لور ھو یتے۔ یہم سوٹ نہیں
ہٹاتے یہتے ہیں۔ اس طرح۔

چند تھوڑے میں مر پیشا ہوا بستہ کھلا
جلوت میں خلوت شاید اسی کو کہتے ہوں۔ یکینی
اور طہارت - ہوا میں خوش گوارجی تھی۔ رضانی میں
لمبی جوڑنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

حضرت حفظہ صاحب عملے والے حصے میں سوٹے یہکن

بس آہی رہا ہے



”کہاںی نمبر“ کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں بہت سی کہانیاں ہنگی۔
جی ہیں۔ ملا آبن العرب کی بس ایک ہی کہانی۔ شروع سے
آخر تک پھیلی ہوئی۔
دیکھی، عبرت، نظر، کنایت اور اچھوتا پاں۔
تبسم، قہقہ، آہیں بالکا ہیں۔ سمجھی کچھ۔

شمس نوید غوثی

کیمی مسلمان ایں

بلکہ کسی حسین مقصد کے قریب میں پر مر جانے کی بیتا بامی خھیں۔ دشمن کی دشمنی نہیں بلکہ حق کی محبت تھی جو باطل کو حق میں تبدیل کرنے کے لئے بے قرار تھی۔ وہاں خدا سے پیار تھا۔ وہاں خدا سے مار تھا۔ انسان کا درد تھا۔ جانشماری کا سوز و ساز تھا۔ پر کیا عجب لیسان ہے!۔ جرجج نے سوچا۔ سوچ گھری ہوئی تھی۔ اور حیات کے عالم میں جیسے وہ بالکل بخوبی لئے گا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے!۔ اس نے اپنے گھوڑے کتیزی سے ایڑ لگائی۔ اور دالہانہ شوق میں خالدؑ کو اواز دینے لگا۔

”خالد!۔ خالد ابن ولید!۔ خالد!

”میری بات سنو!“
حضرت خالدؑ نے دشمن کے سپر سالار کو دلوں فوجوں کے درمیان ایک بے تاب صحیحی حالت میں دیکھا اور اس کی آواز میں دل کی دھڑکنوں کا سوز وگدی از جھوہن کرتے ہی وہ بھی اسلامی فوجوں کی صفوں سے تن تھہا نکل گھٹرے ہوئے۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟.... میں حاضر ہوں!“
خالد نے محبت و تلاش کے اس پر دانے کو محبت و بذراکی کے ساتھ جواب دیا۔ اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دونوں دشمن فوجوں کے سپر سالار اس قدر قریب ہو گئے کہ دونوں کے جنگی گھوڑوں کی گرد نیں بھی ایک دوسرے سے مل گئیں۔

آہ!۔ وہ میداں جنگ! جہاں دشمنی اور

یروموٹ کا میداں جنگ جہاں کفر اور اسلام میں ہتھداروں کی جنگ ہو رہی تھی۔ وہی اس حقیقت پر ایک تائیجی گواہ بھی ہے کہ اسلام تووار کے زور سے نہیں پھیلا۔ گھوڑوں کی ٹانپوں اور توواڑنی بھٹکار میں اسلام کی صبراقت نے امن دن رو میوں کے پیچے سالار کو اپنے تیر نیم کش سے کسا شکار کیا تھا؟ اس نام جرجج بھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اسلام کی فوجیں اس کے سامنے صرف آزاد ہو جائی ہیں اور رہوں کے لائنکر میں نفرت و انتقام کی آگ شعلہ زن کے۔ شیطان بیقرار ہے کہ خدا کے واحد کی بندگی سے مشتر انسانوں کے سروں پر نسلی توواروں کی بوچھار کر کے سماں کو جھوٹ ثابت کر دے۔ لیکن حاکم سچائی کے جرجج کے قلب کی دھڑکتوں پر اپنا ایک حسین ترین وارکیا اور بلینسی سازش کے ساتھ تارہ پود کو مکڑی کے جہا۔ طرح بھیکر کو رکھ دیا۔ جرجج کی نظر میں اسلامی سپر سالار حضرت خالد بن ولید کے روئے ایزد میں اسلامی رعنائیوں کا ایک دل ربانی تھر دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر انہی شکر کے چہروں پر ڈالی۔ وہاں نفرت تھی۔ قہر تھا۔

— انتقام کہا۔ خود غرضی اور شغلی کا بھرپڑا ہے تھا۔ اور ساتھی ساتھ مرنے کا خوف بھی ایسکی خالد بن ولید کا چہرہ!۔ حسن مصطفیٰ کا آئندہ دار چہرہ!۔ وہاں ان جیوانی جذبات کی بلکہ بھی پر چھایسیں بھی اسے نظر نہ آتی۔ وہاں مارنے کا جنون نہیں تھا۔

پھر خدا نے مجھے ایمان کی وہ زندگی عنایت فرمائی جو مت سے نہیں طرفی موت خود اس سے طرفی ہے۔ جو جینا اوپر نہزادوں کے سامنے ہے اور جیسے ہیں نے ایمانی زندگی کے حلقے میں چڑھا دیں لیکن تھی بھی ایمان پرخان دینے کے لئے ہائل سے جنگ کی ٹھاکیوں میں قدم رکھا تو مجھے خدا نے رسولؐ نے اپنی ذمادی کی جاں نواز لکھ کر شمشی اور فرمایا کہ نہ الہ احمد خود ی خدا کی تلوار ہو۔ جسے خدا نے حق کے دشمنوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بنے ہیام کیا۔ میر پاس کوئی خدا کی تلوار نہیں۔ میں خود ی خدا کی تلوار ہوں اے بھروسہ! اسی لئے میں سیف اللہ کہلانا ہوں۔

جرجہ نے اس انسان کے پھرے پر عقیدت کی تفصیل مرکوز کر دیں جو اسی زمین کے سینے پر آسمانی طاقت کی ایک مقدس تلوار بنا ہوا تھا۔ اور پھر اس سے خدا نے شوق میں ڈبی ہوئی آواز میں کہا "مجھے بتاؤ خالد! وہ اسلام کیا ہے جسے تھیں بھی قستح کر دکھا بایہ اور پھر تھیں ریا کے پناہ فاتحانہ تلوار بنا داں"۔

خدا لمحات اور چون اغاظی میں خالد نے ایک عناظم ترسیں سوال کا پورا جواب دیدیا "حقیقی خدا کی بندگی چھوڑ کر زندگی کا ہزار از خدا سے جنگ کرنے کا دوسرا نام ہے جو جسے ایکین خدا کو مکنت نہیں دی جاسکتی۔ اس سے میتنے کی صرف ایک ہی سکل ہے!"

"شدت سے جتنے کی؟! — آخر وہ کیا ہے خالد؟"

جرجہ کی حیرت نقطہ عرض پر جا پہنچی۔

"وہ یہ کہ خدا کے سامنے پھیلاؤں دیئے جائیں۔ اس کی خوشی کے سامنے تسلیم ختم کر دینے ہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔" حضرت خالد نے جرجہ کو دل دوز اور دسوز کی خفت میں حق کی تلقین کرتے ہوئے کہا اور اور دنوں کی آنکھوں میں دور وشن آشتوں کی چمک اپھری دنوں سپر سالار۔ دو انسانوں کے روپ میں داخل کریں خدا کی یاد میں روانے لگے۔

انتقام کی جیوانی طاقت انسانوں کو انسانوں سے مگر اکثر اذانیت کو پاٹش کرنے کے سوا اور بھی کچھ سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ ہاں وہیں زندگی کا یہ کوئی حسن بے جا بست ہو گیا تھا؟ یہ کوئی ناادر تھا جس نے دو دشمن سپر سالاروں کے دلوں کو ہی انہیں ان کے گھبڑوں کے یہوں ای کسروں کو بھی ایک دوسرا سے گلے ملنے پر مجبور کر دیا تھا!

نفرت پنگلی کے دیکھتے ہوئے شعلوں میں بخت تھیں ترین بھول کھلانے والی سر کوئی طاقت بھی آخر پر میسا لام تھا۔ یہ سلام کی عملی تصور ایک بھومن کی لافانی زندگی ہی تو تھی جو اس وقت خالد بن ولید کی سکل میں جب تھی کے سامنے موجود تھی۔

"میں تم سے کچھ پوچھنے والا ہوں۔" لیکن اس موقع کے ساتھ کہ تم ایک اشتہاری شریف نور پر انسان بڑا اور ایسا انسان جو چھوڑنے نہیں بول سکتا۔ مجھے بتاؤ خالد! اتحاری فتوحات کا راز کیا ہے؟" کیا یہ سب سچ ہے کہ خدا نے تھیں کوئی آسمان سے اتری ہوئی تلوار غایمت کی ہے اور یہ اسی آسمانی بر قی تباہ کا۔ مجھے ہے کہ تم ہر جنگ میں فاتحانہ تلوار مجھے نہیں ملی تھوڑہ!"

خالد بن ولی رئے سدھا سادا جواب دیدیا۔

"پھر تھیں اللہ کی تلوار کیوں کہا جاتا ہے؟" جرجہ نے حیرت اور استجوہ کی دعائشہ کیفیت میں دوسرا سوال کیا۔ "اس کا پس منتظر ہے کہ اللہ نے ہماری قوم میں اپنا ایک پیغمبر سید کیا۔ اس کی آواز پر کچھ لوگوں اللہ کے قدموں میں فوراً جنگ کئے اور کچھ مقابلہ پر ٹل کئے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو خدا سے جنگ کرنے کی حماقت میں بدلنا ہو چکے تھے۔" پھر میری آنکھ گھل گئی۔ اور احساس خط اکاڑ لز لہ میرے دخود میں براپا ہو گیا۔ آہنی تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گری اور میں نے خلیکے استانے پر چاہرہ اسٹھنے تیک دیئے۔ سر جھکا دیا۔ اور نہ

حققت میں آج ہے کیا؟ آج! جب کہ نہ صرف پیغمبر اسلام کی لانا فانی شخصیت موت کے پردوں میں چھپ گئی ہے بلکہ خود اسلام کا حسن و جمال بھی نامہ نہاد مسلمانوں کے جرائم کی کالی گھٹاؤں میں روکوش ہے اور اسی لئے آج خدا کے سامنے تحریم ختم کرنے کا مقام کہیں سے کہیں بلندتر پوچھا ہے۔ آہ! وہ محروم جو اس وقت بھی محروم کا محروم ہو۔ اور خدا وہ نیک بخت جو آج بھی مالا مال ہو!

لیکن ابھی ایک فلاش باقی ہے خالد! جو جنمے لرڑتی ہوئی آواز میں کہا "تم اس حسین پر درگی کی راہ پر مجھ سے بہت پہلے روانہ ہو چکے ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس وقت جس طرح ہمارے جسم پاس پاس اور ساتھ ساتھ ہیں اسی طرح اس قدر دیر میں چلنے والا دوسرا مسافر حق بھی تھا رے ساتھ اس راہ پر ہو سکے؟ کیا میں ایمانی راہ پر تھا را اساتھی بن سکوں گا؟"

"یقیناً اسے ترجیح! خالد نے والہانہ مرست کیسا تھا کہا" ہم دونوں خدا کی سمیت میں دوش بدوش ہو کر جل سکیں گے۔ میرے دوش بدوش ہی نہیں بلکہ تم مجھ سے بھی آگے نکل جاؤ یہ عین ممکن ہے!"

"یہ کیسے ممکن ہے آخر! جو جنمے نے پھوں کی طرح رو دینے کے انداز میں کہا۔

"وہ اس طرح کہ ہم اس وقت ایمان لائے تھے جب خدا کے رسولؐ کی شخصیت اسلامی مدد اقت کے سیکڑوں معجزہ سدھا کر رہی تھی اس وقت کفر مشکل تھا۔ ایمان بہت آسان تھا۔ لیکن اب جو کہ اسلام اکیا تھا اسے سامنے ہے اور اسلام کے رسولؐ کی پیش کش شخصیت موت کے پردوں میں چھپ گئی تھا رے لئے کفر آسان ہے اور اسلام کس قدر منتظر! اس لئے اگر تم نے اسلام بیوں کیا تو اس کا درجہ اس پھولوں کا سایہ ہو گا جو موم کیخلاف تمام امکانات کے خلاف کھل اٹھا ہو!" اور

فی الفور جرجمہ اشک آلو سجدہ شوق بن کر اسلام کے قدموں میں آگیا! اور چند ہی ساعتوں کے بعد دنیا نے دیکھا کہ خدا کے در پر جو باغی سر سجدہ نیاز بن کر جھکتا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی سجرے میں جھکتا کا جھکتا رہ گیا ہے۔ جو جمہ شہید ہو گئے تھے۔ انا شد وانا اللہ اجھوک ہاں۔ اے اسلام کے نام لیواہ! اسلام کے دشمنوں نے اس طرح اسلام بیوں کیا ہے۔ تو جو لوگ اسلام کی محبت کا حدم بھرنے والوں میں پیدا ہوئے ہیں ان کے اسلام کا حال کیا ہونا چاہیے تھا۔ مگر... مگر...

ایک لوائی تین
بچھ ماشد والی پچھ
شیشان ایک ساتھ
طلب کرنے پر
محصولہ اک
محاف

دریجہ سی جھوٹ

سوئے کا بھاؤ کہاں سے کہاں پہنچا
پچھ موتیوں کے دام کیا سے کیا ہو گئے
بڑی بٹیوں کی قیمتوں میں کس قدر اضافہ ہو گیا

لیکن سرہ در بخت
اب بھی قدیمی شخے کے عین مطابق تیار ہو رہا ہے
اسی لئے

اسے تیس سال پہلے اس کے جو اثرات تھے ہی آج
بھی ہیں۔

بیشمار لوگ اس کے برابر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ایک تولدہ۔ نو روپے۔ چھ ماٹھ۔ پانچ روپے۔
محصولہ اک ساٹھ تین روپے۔ آپ پنی آنکھوں کی طرفے غافل

نہ ہوں۔

دار الفیض حمامی۔ دیوبند (یو. پی.)

رسول اللہ کی بیویاں • اسلامی تشریعت و معاشرہ وغیرہ • چاندگرہ ہیں • ذکر و شغل اور تبلیغی نہماں وغیرہ • یا رسول اللہ کہنے کا حکم • یہ بھی مننا پڑا • تبلیغی جماعت لور مولانا مودودی • زکوٰۃ اور صدقہ فطرہ علوپسندی • ابن عبد الوہاب خجہی وغیرہ • مولانا مودودی کی بیٹیاں • یا عبد القادر شیخ اللہ جادو • مرتبہ کے بعد کوئی رسمیں • لیلۃ الفتح • قیصلی پلانگ

شکل کی ڈاکتی

مگر پھر سورہ احزاب ہی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ
”لے بنی اپنی بیویوں سے کہو کہ الگ تم دنیا کی زندگی اور
اس کی زینتوں کی طالب ہو تو آدمیں تھیں مختارِ حقوق
دے دلدادوں اور خوبصورتی کے ساتھ تم کو رخصت کر دوں۔“
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بھی کسی کی بیویاں
چاہیں تو اپنے حقوق کے قطعِ تعلق کر سکتی ہیں اور انہیں ضرور
کے مطابق خس سے بھی چاہیں بکار کر سکتے ہیں کیونکہ جس
”دنیا کی زندگی اور اس کی زینتوں کی طالب“ دلالت کرتا ہے
اس بات پر کہ وہ بنی اسرائیل سے قطعِ تعلق کریں سی دلمند شخص
سے بکار کر لیں۔

یہی تضاد ہے جو بار بار میرے ذہن میں ٹھکانہ لے چکا ہے جو شاید
کم علیٰ کام نتیجہ ہے، کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ جسی کی بیویوں
کو عام لوگوں پر ان کی ماوں کی طرح حرام قرار دیتا ہے اور پھر
دوسری طرف یہ کہلوتا ہے کہ ”آدمیں تھیں مختارِ حقوق کے
دلکر رخصت کر دوں“ مطلب یہ کہ عام آدمیوں کو بھی بنی اسرائیل کی مطلقاً بھوی سے نکاح کی اجازت دیتا ہے اور اگر

رسول اللہ کی بیویاں

سوال ۷۴۔ از - محمد نصیرور عالم - چکر دھر پور -

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے سورہ احزاب میں فرمایا ہے
”غیر خلقی رشتہوں میں صرف ایک ہی رشتہ ایسا ہے جو خلقی
رشتوں سے بھی بڑھ کر حرمت والا ہے اور وہ ہے بھی اور
مومنین کا رشتہ جس کی بنیا پر ”بنی اسرائیل کی بیویاں ان کی ماوں کی طرح
ان پر حرام ہیں۔“

پھر اسی چل کر حکم دیتا ہے کہ آپ خود اپنے متنبی نے یہ
بن حارثہ کی مطلقاً بھوی سے نکاح کر کے جاہلیت کے اس
اس دھم کو توڑ دیں جس کی بنیا پر لوگ منحر ہوئے بیٹے کو مصلی بیٹے
کی طرح بھتھتے۔

اور جب کفار و منافقین نے اس پر اعتراض کیا تو
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا انہیں سے
ایک یہ ہے کہ ”محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں کہ
اس کی مطلقاً بھوی اس پر حرام ہوتی۔“

سلطان لے آئی ہو۔
یہاں آپ کا قیام ہوا تی رہا۔ حالانکہ قیام جان اور بھی ہو تو اس کی آیات حکم صریح کے مقابلے کیا تھیت ہو سکتی ہے۔

آخر میں جو معاشرہ آپ نے قائم کیا ہے وہ بیان کے لائق نہ تھا۔ حضور امت کے لئے نہ صرف باپ ہیں بلکہ باپ سے بڑھکر ہیں۔ لیکن یہ تعلق روحانی اور شدید محبت و خفیث کا کہنا یہ ہے ورنہ قرآن توصاف لفظوں میں کہہ ہی مرہا ہے کہ "محمد تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں۔ وہ تو خاتم النبیین ہیں۔" اس طرح یہ بات صفا ہو گئی کہ کسی امتی کی مطلقہ ہیوی یا بہن یا بیٹی آپ کی موم نہیں اور اس سے آپ کا نکاح درست ہی درست ہے۔

اس کے پھر اس زواج رسولؐ کو امت کی مائیں "قراء" دیا گیا اور اس کا تضییب یہ تھا۔ جیسا کہ احادیث اور اجماع سے ظاہر ہے کہ کوئی امتی ان سے شکاح نہیں کر سکتا۔ "کیونکہ" کاسوال عجیب ہے۔ اللہ حفیض صفات الفاظ میں "مائیں" قرار دے رہا ہے ان کے بارے میں آپ "کیونکہ" کاشوشہ پیدا کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں اس کا منطقی جواز نہیں آیا۔

اسلامی شریعت و معاشرہ وغیرہ

سوال ۱:

(۱) اسلامی شریعت کے کیا معنی ہیں؟ اور اسلامی شریعت کے کہتے ہیں؟

(۲) اسلامی معاشرت کے کیا معنی ہیں؟ اسلامی معاشرت کے کہتے ہیں؟

(۳) اسلامی معاشرت پر عمل کرنے میں کیا فائدے ہیں؟

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے کیا معنی ہیں؟

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دنیا میں کیا حاصل ہرچکا؟

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے امور

نہیں جسماں کہ ہے تو کیوں نہیں؟ جب کہ اسی کے قول کے مطابق وہ کسی مرد کا باپ نہیں ہے اور جب وہ کسی کا باپ نہیں ہے تو اس کی بیویاں کسی کی مائیں کیونکہ ہوتیں، لیکن جب انھیں ماوں کا درجہ دیا گیا تو پھر نبھی کا درجہ بھی باپ کا سا کیوں نہ ہوا؟

جواب ۱:

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ محکم اور واضح احوال مقدم ہوا کرتے ہیں۔ ازدواج مطہرات کو قرآن نے جیب صریح و نطعی الفاظ میں تمام امت کی مائیں قرار دیا تو اب یہ جزو ایمان بن گیا اور کسی بھی تاویل کی بخواش نہ رہی۔ اسکے مقابلہ پر دوسری جو ایت آپ کو بھن میں ڈال رہی ہے اس میں گفتگو کا موضوع یہ ہے ہی نہیں کہ رسولؐ کی بیویاں میں طلاق کے بعد یا رسولؐ کی رحلت کے بعد کسی اور سے نیکاں کر سکتی ہیں یا نہیں کر سکتی ہیں۔ اس موضوع کی طرف لفظاً کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ آپ صرف قیام کے ذریعہ یہ بات نکال رہے ہیں کہ اس سے اول الذکر آیت کے خلاف ہفہم ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ جو شرطیہ ہے اور شرطیہ جملے با رہا غیر ممکن بھی ہوتے ہیں جیسے قرآن ہی میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔

آپ نے دیکھہ ہی لیا کہ آیت مذکورہ کے بعد ایک بھی بیوی نے علیحدگی نہیں چاہی۔ اسی سے ظاہر ہے کہ مشیت الہی کے اعتبار سے یہ ناممکن تھا کہ وہ طالب دنیا ہو کر علیحدگی نہیں پھر ایک بات یہ بھی سوچیں۔ اگر کوئی بیوی طالب دنیا ہو کر حضور سے طلاق حاصل کر لیتی تو یہ کیوں ضروری ہے کہ وہ اسلام ہی پر قائم رہتی۔ زیادہ توقع یہی کی جاستی ہے کہ وہ مرتد ہو جاتی کیونکہ دنیا وی لذات کی خاطر دنیا کے سرسبسے بڑے انسان اور اللہ کے آخری رسولؐ کے شرفِ زوجیت کو ٹھکرایا دینے والا ذہن (اسلام ہی) سے کہیے جس طرح اہمیت اسی جس کے خیر مسلموں میں، دانشمندوں اور علیمین پرستوں کی کمی نہیں تھی۔ کوئی مسلمان تو دیے بھی اس عورت سے شادی نہیں کر سکتا تا جلد تھس کی خاطر آتی قاتمے نامہ زار

پیش کرنے والے کو آخرت میں کیا حاصل ہو جائیا اس کا یقیناً
پڑھ کما؟

محترم بیرونی دوستوں کے ان سوالات کے جوابات تحریر
فرمایکر ریعنی محلی میں چھاپ کر جھجے اور شیرے دوستوں کو
مشکور و منبوی فرمائی۔

جواب ۲:-

چند سلطان اگر اس طرح کے سوالات کریں تو اس کا
مطلوب یہ ہو جائے کہ انہوں نے اسلامی طرز پر کمال مطابع
نہیں کیا۔ ان سوالات کے واضح جوابات دینی کتابوں اور
رسالوں میں عام طور پر موجود ہیں۔ تصریح جوابات بالترتیب
یہ ہیں:-

(۱) اللہ نے جواہر و نواہی اپنے آخری پیغمبر کے زیر
صیحہ ان کے مجموعے کا نام اپنے شریعت، اسلامی۔

اوامر جمع ہے امری۔ امر کہتے ہیں حکم کو یعنی فلاں
فلاں عمل تھارے ذلتے ہے۔ نواہی جمع ہے نبھی کی۔ نبھی جمع افت
کہتے ہیں۔ یعنی فلاں فلاں افعال سے چو۔

پوری اشریعت ان ہی اوامر و نواہی کی تفصیل سے عبارت
ہے علماء و فقہاء نے جو صفائی اور فروعی قوانین مرتب کئے ہیں
ان کا بھی سر حشیمہ یہی اوامر و نواہی ہیں اور قرآن میں چونکہ یہ
حکم دیا گیا ہے کہ جوچہ رسول حکم دے سے ماواہ و حسن چیز سے
روکے اس سے روک جاؤ، رسول کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت
ہے اہل احادیث بھی اسی طرح شریعت کا مأخذ اور سر حشیمہ
ہی خیل طرح قرآن۔

(۲) سلطان اس طرح زندگی کی اڑکے کہ خدا اور رسول کی
ناوارانی کسی بھی شعبۂ زندگی میں نہ ہو۔ تجارت ملازمت۔

سیاست۔ ٹھہر یور ہم ہم، "تفہیمات امشاغل" ان سبب
میں اللہ اور رسول کی پسند و ناپسند کا الحاظ رکھتے ہوتے ہے جو
زندگی لگدے گی اسی پر "اسلامی معاشرت" کا اطلاق ہو گا۔
عملی اقتدار سے اس کے تعدد درجے اور مرتبی ہو سکتے ہیں۔
غالب اکثریت اسی نوع کی زندگی لگزار رہی ہو تو اس پر اسلامی

معاشرے کا عنوان بالکل درست ہو گا۔ اس نتیجے میں کچھ نقص
رہے اور بعض امور میں سلطان خدا اور رسول کے فیضوں کو
نظر انداز کر دیں تو اسی اعتبار سے اسلامی معاشرت کا عنوان
دار غدار ہو جائے گا۔

اسلامی معاشرت کے بعض مظاہر تو شریعت نے تعین
کر دیئے ہیں مثلاً دار حکم رکھنا اور بچھوپن کرنے یا بخون سے
کچھ پانچانہ لٹکانا۔ جسمی طور پر کسی کا مشاہر قوم کی مشاہدہ
سے بچنا۔ اور بعض مظاہر غیر معین ہیں جن کی سورت لگی اخلاق
و کردار کرتا ہے اور ان کا تعلق قواعد شریعت سے ہے جیسے
شیریں زبانی حسین معاملت۔ برادرانہ تعلقات۔ غرباً پوری
بخل سے پہنچنے۔ بذریانی سے اجدانہ غیری۔ یہ سب چیزیں
اسلامی معاشرے کی تصویریں رنگ بھرتی ہیں۔

(۳) اصل فائدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد والی زندگی میں رام
ملے گا۔ دنیا کی زندگی پڑھی تھوڑے بہت سے بہت سو
سال۔ آخرت کی زندگی جادوں میں ہے جو ختم ہے، نہیں ہو گی
ظاہر ہے کہ تھوڑی زندگی میں نفس یہ زوال کر جاہر لذتوں سے
بس مناسب حد تک فائدہ اٹھانا اور آخرت میں بھی مزے
کرنا اس سے بہتر ہے کہ نفس کی لگام چھوڑ کر بے شمار اس
لذت کو چھال کیا جائے تو اس کے نتیجے میں آخرت کی زندگی
خراب ہو جائے۔

(۴) اصطلاحاً "سنت" بھوئی کے معنی ہیں کہ وہ فعل آپے
کیا ہو اور اس کا تعلق امور طبعی سے نہ ہو۔ مثلاً اگر ان تھک
کر بعد خدر کچھ دیر کے لئے سو کے ہیں تو یہ سونا "سنت" نہ ہو
کیونکہ یہ امور طبعی میں سے ہے۔ اس کے بخلاف اگر آپے
مثلاً بخیر سے قبل یا مغرب کے بعد دو رکعت ادا کیں تو اسیں
"سنت" کہیں گے کیونکہ ان کا تعلق دین سے ہے۔ پھر اس کی
بھی تقدیم فتحوار اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ کوئی رکعت اسی
جن کی آپے پابندی کی ہے اور کوئی ہیں تھنڈی بھی بھی چھوڑ بھی
دیا ہے۔ دوسری قسم کا ان "نفل" رکھا جاتا ہے اور یہی کا بت
دھ) دنیا بندہ مون کا مقصد ہی نہیں ہے۔ اسلام کا اصل
مقصد تو ہے آخرت کی فلاح اور دنیا کا دھر فتحان کا

کسوف (سوچ کرہن) اور خسوف (چاند کرہن) کے سلسلے میں ختنی روایات آتی ہیں ان سب کا خلاصہ وہ حاصل یہ ہے کہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشان ہے جس کا مقصد بندوں کو خالق کائنات کی عظمت و جلالت پر توجہ کرنے ہے۔

سائنسی ذرائع سے اگر کسوف و خسوف کی ظاہری وجہ علم میں آجئی ہے تو اس سے ضمنوں احادیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ ان احادیث کی مقصدیت کچھ زیادہ ہی اُخراج ہوتی۔ سائنسی ترقیات سے پہلے انسان نہیں جانتا تھا کہ ستاروں اور سماں و قمر کی جہالت کیا ہے۔ نہ زمین کی جہالت اور دریجہ تفصیلات کا پورا علم تھا۔ سائنس نے ان تخفیات سے پیدا اٹھایا تو یہ بات اور زیادہ منقح ہوئی کہ خالق کائنات کی قدرت و قوت بیکار ہے۔ کتنے لفڑے بڑے ترے اور احجام اس کے حکم پر کس طرح خلامیں گردش کر رہے ہیں۔ وہ اپنے مداروں سے بہرٹ کر ایک دوسرے سے نہیں ٹکرایا تھا۔ ان میں حیر العقول نظر و خبده ہے اس نظر و خبده کی موجودگی میں الگ بھی بھی سوچ یا چاند کرہن ہوتکھستے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جونظام گردش اپنے طور معمول مقرر ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی آتی کسی سیارے یا زمین کا عکس چاند اور سوچ پر ورزد تو اپنی پٹنا تایسا ٹکا ہے جائے چیز ہوتا ہے۔ لہذا ظاہری مشاہدے کے اعتبار یہ بھی انسانی طبیعت کے لئے نظر و دہشت ناک ہے کہ چاند یا سوچ کا چڑھہ سیاہ پڑا چلا جائے اور ضمرات و منفاہیم کے اعتبار سے بھی خطرناک ہے کہ انہیں کی اس جزوی تبدیلی میں چاند یا سوچ یا اس کے باہم تکرا جائیں تو کتنا خلیم خطر بردا ہو۔ زمین روشنی کے کالے کی طرح دھنک جائے۔ فضائیں، ہمزمدارین جائیں۔ زندگی کا نام و نشان ہرٹ جائے۔

سائنس یہ تو بتاسکتی ہے کہ چاند یا سوچ کرہن کا قدر یہی سبب کیا ہے لیکن وہ یہ ضمانت نہیں دے سکتی کہ نظم کی تبدیلی کے دوران دو ہولناک جہالت والے کرتوں کا ٹکڑا ناممکن ہے۔

قرار دیتا ہے۔ امتحان ٹکاہ میں تو شواریوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ اگر اللہ اور رسول کے احکام پر ہل کر دنیا میں کچھ نہ ملے تو بھی ایک انسان ہے اگر اس کے بعد لآخرت کی طویل وغیر متمثہ زندگی سنور جائے۔

دلیے یہ دنیا دیکھتے ہیں جلی ہے کہ سنت نبوی پر پوری طرح چلنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دنیا میں بھی کیا کچھ حاصل نہیں کیا۔ بر قرآن فتوحات۔ غلبہ و اقتدار کی تخت سیادت۔ مال و مہال۔ وہ آنے والی اور طوفان کی رفتار سے پھاتتے چلے گئے تھے۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب معاشرہ میں غالب قدر اپنے اہل ایمان کی ہو۔ لیکن آخرت میں ہر شخص سے حساب چونکہ اللہ الک انفردی حیثیت میں ہو گا اس لئے اُج بھی کوئی میں پوری طرح سنت رسول پر یعنی طریق رسول پر عامل ہے تو اسے طلبمن رہنا چاہیے کہ آخرت میں اجر سے محروم نہ رہے گا۔

(۶۷) قرآن میں اس کی بہت سچے تفصیل ہے۔ دہشت کی نعمتیں۔ چیزوں کی زندگی۔ لطف ہی لطف۔ شاشی ہی عیش۔ نہ بیماری۔ نہ موت۔ نہ اور کوئی افتاد۔ اس سے زیادہ آخر کیا چاہئے۔

چاند کرہن

سوال ۱۔ از۔ علیت جیلانی سالک۔ رام پور سائنس دار "چاند کرہن" کو دوران گردش کسی بھی دوسرے سیارے کا عکس جانتے ہیں؟ یا کچھ اور۔ بہ حال مسلمانوں کو تو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد وقت چاند پر سختی ہوتی ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد جاگر عبادات میں مشغول ہو جاتے تھے اور آپ اسی کی لفظین فرماتے تھے۔

ہمارے رام پور میں کچھ لوگ "چاند اور سوچ کرہن" کے موقع پر روزے رکھتے ہیں۔ یوں یا اپنے شوہروں کے دامنے اور کنواری لڑکیاں اپنے بھائیوں کے لئے ا۔

جواب ۱۔

ہم نے کبھی نہیں کہا کہ "مسجد میں تبلیغی نصہاب" پڑھنا
گناہ یا نامناسب ہے۔ اعتراض ہیں جس بات پر ہے
وہ یہ ہے کہ جہاں جہاں مساجد میں تبلیغی نصہاب پڑھا جانے
لگا ہے وہاں وہاں اس کا اسلامی الزام ہے کہ اس کی جگہ پڑھ
اور پڑھنے کو عمل احرام کر لیا گیا۔ کبھی کوئی شخص اس کے عرض
کوئی اور کتاب سنانا چاہیے یا اپنی ضرورت کے تحت کوئی
تقریر ضروری سمجھے تو اسے گوارہ نہیں کیا جاتا بلکہ تبلیغی
نصہاب ہی کی خواندنگی ہوتی ہے۔ اسی کا نام ہے غیر واجب
کو دا جب بنا لینا۔

آپ نے سوال کے ذیل میں جماعتِ اسلامی پر جواہرِ حض
ر کیا ہے وہ بھل ہے۔ اول تو یہ جماعتِ اسلامی ہی کے
افراد کی خصوصیت نہیں کہ مساجد میں قرآن و حدیث کا درس
دیں۔ اور بھی لوگ یہ کام خیر انجام دیتے ہیں۔ دوسرا اس
فعل کو "ذکر و شغل" پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ذکر و شغل
عبادات ہیں جنہیں آدمی موجب ثواب پڑھ کر اخیر کرتا ہے۔
مساجد میں وہی عبادات میں درست ہیں جن کا ثبوت صحابہ
رضوان اللہ علیہ اجمعین سے مل جائے۔ درس قرآن و حدیث
کا اہتمام بطور عبادت نہیں بلکہ اس مقصد سے کیا جاتا ہے
کہ سامعین کو اس سے فائدہ پہنچ کار اللہ اس حسن نیت کا
ثواب عطا کر دے تو اس کا احسان ہے لیکن اس کی حقیقت
بہر حال ایک وسیلہ اور ذریعہ کی ہے عبادت کی نہیں اس لئے
اس پر ذکر و شغل کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علاوه ازیں یہ بھانا دانی ہے کہ زمانہ رسالت میں مساجد
کے اندر قرآن و حدیث کا درس نہیں ہوتا تھا۔ حنفیوں خود چلتا
پھر تا قرآن تھے۔ اپنی مسجد میں اب ہر مناسب مو قعدہ لوگوں
کو وعظ و صیحت بھی کرتے تھے، خصوص حالات کی بھی خبر
دیتے تھے، سیاسی مشورت کی بھی نوبت آتی تھی۔ اسی طرح
آپ کے بعد صحابہ نے مساجد کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا
حضرت کا اپنا وعظ و خطبہ تو حدیث ہونے کے علاوہ قرآن بھی
ہے کیونکہ آپ دین کے مسائل و احکام میں وحی کے تحت ہی
کلام فرماتے تھے۔

اہذا شالی کائنات کی عظمت و جلالت پر بیان
رکھنے والے ہر انسان کو ایسے خطرناک محاذ میں اپنے
احساسات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام میں اس اظہار کا
سرب سے بہتر طریقہ شائز ہے اہذا خازنی تلقین کی کوئی
رہا چاند یا سوچ پر سختی ہے نہ ہر نے کامیاب۔
تو یہ در اصل تنایا طریقہ تلقین ہے۔ سب جانتے ہیں اور حنفیوں
بھی جانتے تھے کہ عبادت سوچ ذریعہ نہیں ہے۔ انتہی شور و
احساس سے کوئی نصلی نہیں۔ اس کے باوجود اکابر نے
"سختی" کا ذکر کیا تو ظاہر ہے کہ اس سے طور کنایہ بندگان
خدا کو نوٹ فردا لانا تھا۔

گھر ہیں کے مو قعدہ پر روزے رکھنا مسنوں نہیں۔
کوئی رکھ لے تو مضاائقہ بھی نہیں۔ البتہ روزہ کسی اور کے لئے
نہیں رکھا جاتا۔

ذکر و شغل اور تبلیغی نصہاب وغیرہ

سوال: اساز شکیل احمد۔ ناگپور۔

تجھی بارت اکتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ نمبر ۱۲ سلسلہ "مسجد میں
ذکر و شغل اور تبلیغی نصہاب" آپ نے لکھا ہے:-

"ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد میں مونمنیں کا اجتماع یا تو
فرن نمازوں کیلئے ہوتا تھا یا کسی ملی و میاسی مسئلے
میں مشاورت اور تبادلہ خیال کے لئے۔ وہ سن و
نمایاں تک اکثر صحابہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ
وسلم ہڑوں ہیں پڑھتے تھے جو فرض نمازوں سے
قبل یا بعد فرادی فرادی پڑھتے جاتے تھے۔"

آپ کے ان جملوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں
مسجد میں نہ تو کہیں درس قرآن ہوتا تھا اور نہ درس حدیث
تو پھر جماعتِ اسلامی کے افراد مساجد میں درس قرآن اور
درس حدیث کا پروگرام کیوں رکھتے ہیں؟ اگر درس حدیث
اور درس قرآن کا پروگرام ہو سکتا ہے تو تسبیح میں "تبلیغی
نصہاب" کے پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

جواب:

غدیری اسرار

سوال ۱۰:- (ایضاً)

قرآن کی آیت جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وَهُنَّا مَعَنِي عالم کو درست کرنے کے بعد عرش پرستوی ہوا" کا مطلب اچھی طرح واضح کیجئے۔

تجھی ندوکوہہ حدت پر آپ نے لکھا ہے :-

"رسول اللہ صاحب حسم تھے وہ جب جس مقام پر بھی ہوں ان کا جسم اسی طرح خلار کا کچھ حصہ ھی رہتا تھا جس طرح دوسرا سے اچھا لگھیرتے ہیں اور یہ کہہ دینا آسان تھا کہ آپ اس وقت فلاں جگہ ہیں اور فلاں جگہ نہیں ہیں۔ یہی حال اگر اللہ تعالیٰ کا مطلب بھی ہوتا تھا تو یہ کہنا واقعی ممکن تھا فلاں وقت رسول اللہ صاحب کے اور اللہ کے ما بین اتنی کم فاصلہ رہ گیا ہے لیکن اللہ کا حال یہ نہیں ہے پھر کیسے درمیان فاصلہ کا تعین یا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔"

مجھے آپ کی اس تحریر سے اتفاق ہے مگر ایک عام بات جو کہی جاتی ہے کہ "معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور مسیح پر اس بلا یا اور صدرۃ المنهی کے آجے بلکہ آپ سے کچھ باہیں کیسیں۔" تو یہ بلانا کس معنی میں ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شرکت سے بھی نزیادہ قریب ہے۔

جواب :-

اللہ تعالیٰ بلاشبہ انسان کی شرکت سے بھی قریب ہے، لیکن اس کے انوار مختلف مقامات پر مختلف انداز کے جلوے پر پیدا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کوہ طور پر اس کی بعض عجیبات صفت کر اس طرح ایک نقطہ پر جم جم ہوئیں کہ حضرت موسیٰؑ تاب نظارہ نہ لاسکے اور بے ہوش گئے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان مکالمہ بھی ہوا تھا جو قرآن میں درج ہے۔ اسی پر معراج کو قیاس کر لیجئے۔ آدمی کے پس میں بالکل نہیں کہ ان غیبات کے بارے میں ایسی کوئی نقشہ نہیں

یا رسول اللہ کہنے کا حکم

سوال ۱۱:- (ایضاً)

تجھی بابت اگست و ستمبر ۱۹۷۲ صفحہ ۲۷ پر آپ نے لکھا ہے:-

"یا رسول اللہ" کا نعروہ اس عقیدہ کے ساتھ لکھا کر حضور مسیح رہے ہیں۔ شرک کی بدترین قسم ہے۔ الگ کوئی شخص صرف ذکر اور یاد کے ارادہ سے یا رسول اللہ کہتا ہے مگر اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ حضور مسیح کی آواز کو شن رہے ہیں تو کیا اس کے ایسا کہنے سے شرک ہو جائے گا۔ اگر یہ جائے گا تو کیا اس پر "مشترک" کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ اگر وہ تو بہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔

جواب :-

نہیں۔ اس صورت میں شرک نہیں ہو گا۔ البتہ جب اس شخص کو بتا دیا جائے کہ یہ حرف نداہے۔ اس کا استعمال اللہ کے لئے کہنا چاہیے رسول کے نہیں اور التجیبات میں جو یا ہے یہی اسی موقع کے لئے مخصوص ہے تو اس کے بعد بھی اس شخص کا باز نہ آنا گناہ کہلاتے گا۔

اور الگ یہ کلمہ اس عقیدے سے دہرا یا لیکہ کہ رسول اللہ صر سن رہے ہیں تو کوہیں اس کے شرک ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن باقاعدہ "مشترک" ایسے شخص کو پھر بھی ستر اونٹ دیں گے کیونکہ یہ لوگ نہ بان سے اس عقیدے کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ تاویلیں کرتے ہیں۔ لیکن اگر زبان سے اعتراف کر لیں تو اپنے پر شرک کا فتویٰ ضرور لگ سکتا ہے اور اسی عقیدے پر مریں تو ان کی نمازِ جنازہ بھی درست نہیں۔ انھیں مسلمانوں کے قربتاش میں بھی نہیں دفن کرنا چاہیے۔ البتہ اس معاملہ میں بڑی احتیاط در کار ہے۔ بہت مضبوط ثبوت چاہیئے اس بات کا لکھنے سے

کہیں تبلیغی جماعت پر طنز نہیں کیا۔ جدیا کہ آپ نے تجھی میں کیا ہے میں اور بہت سے ہمارے دوستوں اور بذات خود میں بھی اللہ کے کرم سے اسی جماعت کی بدولت صحیح راستہ پر آیا۔ چھلے تجھی میں آئے شاید و صحاہنہ کے واقعات لکھے ہیں مگر تو کلام پاک کی کتنی آیتیں ہیں اب آپ ہی بتائیں کہ تبلیغ کا صحیح طریقہ کونسا ہے؟

جواب:

آپ بہت سادہ لوح معلوم ہوتے ہیں نظام الدین والوں کو۔ جہاں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ آپ تفسیر القرآن پر ہتھیں ہیں اور مولانا مودودی کے شاخوں میں ہیں تو فرآ اندھی اندر یہ تاریخی دوڑ جائے گا کہ اس شخص کو جماعت سے دور کھا جائے۔ تبلیغی جماعت کو ہم بھی سراپا گمراہی نہیں کہتے۔ ہم نے بھی بار بار یہ وضاحت کی ہے کہ یہ جماعت بھلی جماعت ہے بشرطیکہ غلو اور خوش فہمیوں سے دامن بچائے رکھے۔ مگر جو مزاج یہ بناتی ہے وہ اس مزاج سے بالکل مختلف ہے جو جماعت اسلامی کو مطابق ہے۔ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت سے کچھ بھلانیاں مستحق ہوتے ہیں بھی دوسرا مفید لاطر چھپ مطلع ہیں رکھتے ہیں۔

رہی طرز کی بات۔ تو مولانا مودودی بخلاف تفسیر قرآن میں تبلیغی جماعت پر طنز کیوں کرتے۔ وہاں طنز نہ کرنایا یعنی نہیں رکھتا کہ وہ تبلیغی جماعت کے طریق کار اور انداز فکر سے متفق ہیں۔

زکوٰۃ اور صدقة فطر

سوال: از۔ عبد اللطیف عبدالرحمٰن۔ البولہ روڈیو پاکستان میانے سے میں نے سنایوں کہ جو شخص زکوٰۃ دیتا ہے وہ فطرہ بھی دے تو وہ فطرہ ناجائز ہو گا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیں۔

قبل انہوں نے اس وہی عقیدے سے توبہ نہیں کی بلکہ اسی پر مرسے ہیں۔

یہ بھی سننا پڑا!

سوال: از۔ افضل واحد۔

ہماری مسجد میں پیش امام حلب نے ایک شخص کا آسیب مٹا رہے کی غرض سے اس مسلمان شخص کو ایک مسلمان کا پیشاب پلا دیا۔ کیا ایسے امام کے تیجھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب:

خدا پاہ میں رکھے۔ ایسا تو نہیں آپ نے بے تحقیق حض اور صریح صریح سنسکر کر لکھ دیا ہو۔ آخر کسی مسلمان سے کیسے اس گھناؤنے اور یہودہ فعل کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ آپ ان امام صاحب ہی سے پوچھنے کیا واقعی انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ نہیں کیا تو اپنے اعتبار کر لیجئے۔ لیکن اقرار گریں تو انہیں دیگر مصلحیوں کے تعاون سے بکھال باہر رکھئے۔ ایسا شخص جو بغیر جواز شرعاً کے آدمی کا پیشاب کسی مسلمان کو ملادے دامت تو گیا پاس بیٹھ کے بھی قابل نہیں ہے۔ صین قمکن ہے کسی فعلی عمل میں پیچیاہانہ سخا بھی موجود ہی ہو۔ امام صاحب اقرار کے بعد توبہ پر آمادہ ہوں تو علانیہ توبہ کرائی جائے۔ اس کے بعد اخیل یافت پر قائم رکھا جائیں کیا ہے بشرطیکہ نمازوں کی بڑی اکثریت خوشی سے اسے قبول کرے۔

تبلیغی جماعت اور مولانا مودودی

سوال: دالیضاً

میں نے جاپ مولانا مودودی حلب کی تفسیر القرآن کی چھ جلدیں خریدی ہیں۔ میں اور میرے درست اللہ کے کلام اور جاپ مولانا کی تشریحات سے اللہ کے کرم سے بہت خاندہ اٹھا رہے ہیں۔ ہم نے تبلیغ کی آیتیں کلام پاک میں دیکھیں اور مولانا کی تشریحات بھی دیکھیں لکھ مولانا نے

فرض کیا جاتا تاکہ امانت کا ہر فرد ان فضائل و منافع کو حاصل کر سکتا۔ ”
فضائل مسوائے ۹ نامشترک ترتیب خانہ مسیدیہ نزد مظاہر علوم سہارانپور۔

اس میں لکھا گئی کہ حضور کی طرف فرض کرنے کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ یہ تو خدا کا حق ہے۔ آپ اپنی رائے گراجی سے لا ازیں کیا حضورؐ کسی پیشہ فرض کرنے پاوا جب کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب ہے۔

جواب:-

اسکے سوال کا جواب یہ ہے کہ امر و نہیں اور تحمل و تنحیم کا تمام تر اختیار تو باری تعالیٰ ہی کو ہے اور تساماً بینا علیہم السلام جی دوسرے انسانوں کی طرح احکام خداوندی کے تابع فرمان ہیں لیکن باری تعالیٰ ہی نے قرآن میں یہ حکم بھی صادر فرمایا ہے کہ اسے ہونو! رسول اللہ جس فتنہ کا حلم دیں اسے ملو او جس فتنے سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ فتنہ مایا گیا کہ حس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ فتنہ مایا گیا کہ اللہ کا رسولؐ کی قضیے میں ایک فیصلہ صادر فرمادے تو اس فیصلے کو دل و جہاں سے قبول کرنا اہل ایمان کا فرض ہے۔

اس طرح کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ہی نے رسول اللہ کو وسیع اختیارات عطا فرمائے تھے اور ان پر قرآنؐ کے علاوہ بھی وحی نازل ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں الگروہ امانت پر کسی ایسی پیشہ کو فرض و داجب قرار دیتے ہیں جسے قرآنؐ میں فرض دا جب قرار نہیں دیا گیا تو اس کے قرعے نہ تسلیم کرنا ہو کا عوقیں کرنا پڑے کا کہ فرض و داجب کرنے کا یہ اقدام رسول اللہ نے وحی خلقی کے تحت کر لیا ہے جسے صstralاح مشرقی میں ”وَحْيٌ غَيْرُ مُنْطَوِقٍ“ بھی کہتے ہیں۔

جواب ۹:-

خدا جانے والے یونی کیا کہا ہی گھا اور آپ نے کیا اس لیا جو بات آپ نے نقل کی وہ تو بے معنی اور بے تکمیل ہے۔ زکوٰۃ اس سالانہ صدقہ کا نام ہے جو مال و اسباب اور دولت پر قواعد شرعاً کے مطابق عائد ہوتا ہے۔ یہ صدقہ فرض ہے۔ اور فطرہ اس صدقے کا نام ہے جو عید الفطر پر شرعاً نے واجب کیا ہے۔ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اس پر نظر و ضرور ہی واجب ہو گا کیونکہ زکوٰۃ اسی پر واجب ہوتی ہے جو ضرورت سے زیادہ مال رکھتا ہو۔ اور فطرہ ان لوگوں پر بھی واجب ہوتا ہے جن پر زکوٰۃ قواعد اجنب نہ ہو مگر ضرورت سے زیادہ انسان ان کے پاس ہو کہ اس کی قیمت پر زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہو۔ مثلاً آپ کے پاس ایک فاضل مکان ہے جسے آپ نے کرایہ پر دے رکھا ہے اور اس کے کرایہ پر ہی آپ کی روزی کا مدار نہیں ہے تو اگر کوئی اس مکان پر زکوٰۃ نہیں لیکن اس کی وجہ سے آپ پر زکوٰۃ فطرہ واجب ہو گی۔ صدقہ فطرہ کی مقدار ۸ تولو لے سیکے حسابے ایک سیر سارٹھے بارہ چھٹانکیں ہوں ہے یا اس کی موجوداً وقت قیمت اصول یہ سمجھ لیجئے کہ جو لوگ زکوٰۃ لینے کے مستحق نہیں ہیں ان پر صدقہ فطرہ واجب ہوتا ہے اور جو مستحق ہیں ان پر واجب نہیں۔

غاؤ پست دی

سوال ۱۰:- از سلیم - ہزار ۵۔

”فضائل مسوائے ۹“ مصنف:- مولانا حافظ امیر حسین صاحبؒ کے صفحہ نو پر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔ ”حضرت اقدس محلی اللہ علیہ السلام نے مسوائے ۹ کو امانت پر فرض نہیں کیا۔ الگرچہ اس کے فضائل اور منافع کا تقاضا بھی تھا کہ اس کو

وہ جواب اب اجتن کے سوالات جذف کر دئے گئے

توہہات

یعنی افترا رہے کہ مولانا مودودی اپنے آپ کو "بیض شناسی رسول" کہتے ہیں۔ نیز یہ خیال تھا جہالت ہے کہ کسی کلمہ جو کوئی بھی صورت میں خارج ازاں اسلام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تمام اکابر علماء اس پر متفق چلے آ رہے ہیں کہ دین کے بنیادی اصول و اقدامیں سے کسی کامنکر کا فرہمے خواہ یہ دل میں پڑا ربارکلہ ہر کے مولانا مودودی کو بھی میں شائع شدہ نظم میں خبر اور محدث اور فقیہ العصر کہا گیا ہے تو یہ کوئی تناہ کی بات نہیں۔ یہ نبوت جیسے عہدے نہیں ہیں۔ البتہ مذا غلام احمد قادریانی کو جو شخص حیدر یا محدث یا فقیہ العصر تصور کرے وہ خارج ازاں مانا جائے گا کیونکہ میرزا نے دعوہ نبوت کیا تھا اور جھوٹے مدعا کو خراج عقیدت ادا کرنا اکھلی مگر اسی ہے۔

مولانا مودودی کی بیان

لڑکیوں کی تعلیم اور ملازمت کے سلسلے میں تخلیق اگست، دسمبر ۱۹۴۸ء میں جو راستے ظاہر کی گئی ہے اس کی روشنی میں مولانا مودودی کی بیانوں پر اعتراض اس وقت درست ہو گا جب یہ تحقیق ہو جائے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے بے پرداہ رہی ہیں اور مردوں کے ساتھ مخلوط تعلیم حاصل کی ہے۔ اگر یہ کالج صرف لڑکیوں کا ہو یا مخلوط کالج میں الگ الگ کلاس ہوں اور لڑکیاں پردازی کی حدود سے باہر نہ ہوں تو اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

یا عبد القادر شیخ اللہ

ایک سے زائد بار وضاحت کی جا پکی ہے کہ اس کلمہ کا

نامی اور مطابع الشیعی تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض احکام اور قوانین کا اجرار و حیثیتی کے تحت رسول اللہ کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔

البتہ "فضائل مسواک" کے لائق مصنف کی عبارت اس اعتبار سے سخت قابل اعتراض ہے کہ وہ خود کو اللہ اور رسول ﷺ سے زیادہ ہفتمتی تصور کر سمجھے وہ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ تھیں تقاضے کو انہوں نے سمجھا وہ اللہ اور رسول ﷺ کی تصحیح میں نہیں آیا۔ یا چھریہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کو معاذ اللہ یہ شعور نہیں تھا کہ کس شے کو نظر پس وداحب قرار دینا پڑوں تے لئے زیادہ مفید ہے۔

اگر واقعیت مسواک کے فضائل و منافع کا تقاضا ہے تو اگر واقعیت مسواک کے فضائل و منافع کا تقاضا ہے تو آخر اللہ اور رسول ﷺ کو کس نے رد کر دیا کہ وہ مسواک کو فرض نہ کر سکے۔ اس قسم کی باتیں دراصل تفہم کی کمی اور مبالغہ کی فراؤانی پر دلالت کرتی ہیں۔ خدا الحفظ رکھے۔

ابن عبد الوہاب شجدی

سوال :- (والپھا)
ابن عبد الوہاب کے نامے میں مولانا حسین ختم الدین سماخان کیا تھا مطلع غرباً سکتے ہوں تو نوازیں۔

جواب :-

حضرت مولانا حسین احمد مدینیؒ کو ابن عبد الوہاب شجدی کے بالے میں صحیح معلومات نہیں تھیں اس لئے وہ ان سے بدگمان تھے۔ ابن عبد الوہاب شجدی بڑی بڑی یا اس کے مصلح تھے اور بدعتات و خرافات کا قلعہ قمع تحریکاں کا نصیب العین تھا۔ اس کے شیخ میں بدعت پسند حضرات ان کے دشمن ہو گئے اور خوب خوب الزیارات تراشے۔ اب وہ بھی دنیا میں نہیں اور مولانا مدینیؒ بھی کوچ کر چکے اہذا معاملہ کو اللہ کے پردہ دینا چاہتے

جادو

جادو برجی ہے۔ یعنی دہ کوئی دا سماں تھیز نہیں بلکہ ایک امر واقع ہے۔ قرآن سے اس کا امر دا قدر ہوتا شایست ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاوے کیا تھا جس کا کافی اشارہ پر ہوا تھا۔ اس کی تفصیل کی بھی مستند کتاب سیرت میں ذکر ہے جاسکتی ہے۔

جادو کا علاج ظاہر ہے وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس فن سے واقف ہوں۔ جادو کرنا سخت گناہ ہے لیکن جس پر جادو کر دیا جائے اس کا علاج کرنا گناہ نہیں ہے۔ توبیز اور نقش وغیرہ کے دھنے کو اگرچہ ہم اسے زمانے میں مستقل کارو پار نہیں کیا ہے لیکن اصلیہ بہرحال ایک حقیقت رکھتے ہیں اور ان کے اثرات سلمی ہیں۔

مرنے کے بعد کی رسیں

اس حد تک تو درست ہے کہ جس کے پہاں کوئی موت دافع ہو جائے اس کے عزیز و اقارب کو چاہئے کہ تمین وقت تک وہاں پکا پکا باہانا بھیجنیں۔ یہ اس لئے گزرنے والے کے پس ماندھان رنج غم کی کیفیت میں بنتا ہوتے ہیں اور تھریت کے لئے آئے فالوں کو بھی وقت دینا پڑتا ہے دشواری ہو گئی اگر اس حالت میں بھی اپنی جو طھا جلانا پڑے لیکن تمین وقت کو تمین دونوں میں تبدیل کر دینا مناسب نہیں۔ اپنے کوئی شخص اگر اجاتا داعزہ سے خودم ہو اور اس کے گھر موت کے موقع پر کھانا نہ کے تو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے یہاں جو طھا جلاتے اور کھانا پکائے۔

مزید جن انسوں کا اضافہ کر لیا گیا ہے وہ بس سیں رکا ہیں۔ ان کا تعلق شریعت سے نہیں ہے۔

بیلۃ القدر

سمیرہ نبیہ کے تھی میں سوال وجواب کے تحت

درود دا فعل شکر ہے، اور اولیا راللہ کے بارے میں اتفاق رکھنا کہ وہ مرنے کے بعد بھی ہماری پکاریں سنتے اور ہماری مد فرمائے ہیں اسلام کے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کوئی شخص اگر یون کہتا ہے کہ یہ اختلاف مسلم ہے اور عالمِ اسلام کا ایک گروہ اس دلیل پر جائز رکھتا ہے تو اسے محض لغویت اور گمراہی قرار دیں گے۔ عالمِ اسلام کے بہترے گروہ نے جانے کتنے دا ہی خیالات میں مبتلا ہیں۔ آپ کے ارد گرد یہی ایسے لوگ مل جائیں گے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد خلافت کے ساتھی حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ نے ان کے بجائے الیکٹریٹ چارڈ خلیصہ سنا کر اپنی بیت سے ڈکھنی کی۔ نظر کم معدود چند خلافت کو خپور کر سارے صحابہؓ گراہ ہو چکے تھے۔ غیرہ والک۔ اسی طرح بہترے لوگ ایسے مل جائیں گے جو یہیں رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادر یا نی تصحیح موعود تھے اور نبوت کا سلسلہ پر ابر جاری ہے۔

اس سے یہ توجہ نکالنا تصحیح نہیں ہے کہ الیکٹریٹ و عمر کا خلافتوں کا راستہ ہے زنا الاختلاف مسئلہ ہے یا رسول اللہ پر اس طرح کی نبوت کا خاتمہ دور ائمے کی گناہش رکھتا ہے۔ شاہ عبدالقدار جیلانیؓ اسی طرح ایک امتی بزرگ تھے جس طرح اور بے شمار بزرگ گذرے ہیں۔ بزرگوں کے مابین فرقہ مراتب تو ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے لیکن ان میں سے کسی کو خدا زنی اوصاف سے متصف کرنا بزرگ و معلم ال峦ت ہے۔ جو لوگ شاہ عبدالقدار کو سکار پکار کر شیداً ملعون کی رٹ لگاتے ہیں ان کے بارے میں کم سے کم جو پڑھا جاسکتا ہے یہ ہے کہ ان کے دماغ بکا کوئی تیج ڈھیلا ہوئا تھا ہے جس کی وجہ سے وہ مالیخولیا میں بنتا ہو گئے ہیں مستند طلاق کا سلف میں ایک بھی عالم اور تجہید اور مقدسہ وعدہ ایسا نہیں گذرا ہے جس نے اس قسم کے مشکل کا نظر طلاق کا قرار دیا ہو۔ بعد کے غیر عالم صوفیوں نے رکھی تاویل کی بنابر اسے جائز قرار دے لیا ہے تو اس کا طلاق اعتبار نہیں۔

جو ارش جالینوس خاص

جو ارش جالینوس طبیوت یونانی کا وہ نادر و نایاب تھا ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جاتا ہے، مگر غیر ذمہ دار اعطاوں نے اس بنے نظر مرکب کو بدناک کر کے رکھ دیا ہے اور پورے اجزا امر استعمال نہ کرنے کے خواص کو بدل کر ایک عجمی مرکب بنادیا ہے۔
جسکے نتیجے جو ارش جالینوس کو لوئے اجزاء اور تکنیکی باریکیوں اور نرخ التوں کے ساختیاں کیا ہے جو اصلاح معقدہ اور تقویتِ معدہ کے علاوہ شخصیہ رسمیہ کے لئے بے نظیر کرتے ہیں۔ اس کا استعمال قبل از وقت بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے جسم کو قوتِ حرارت اور توانائی بخشتا ہے۔ یہ جو ارش قدر انہوں اور ضرور تمدنیوں کے لئے تیقین و اعتماد کیا تھا لا ہوا پیش کش ہے۔ قیمت ہر وردیے تو لہ علاوہ محصول داں ہ تو لہ سے تم روانہ نہیں کی جائے گی۔

حکیم شاہ تحسین (دیوبندی-پ)

روشن دماغ پلس

روشن دماغ پلس! دماغ کو قوی کرتی ہے۔
حافظہ اور ذہن کو تیز کرتی ہے۔
یادداشت کی قوت کو بڑھاتی ہے۔
ویسی تھکن کو دور کرتی ہے۔
روغن بادام اور بربکی بونی اس کے خاص اجزاء ہیں۔ چالیس دن کا کورس۔ قیمت۔ پانچ روپے
علاوہ محصول داں

روشن دماغ کاریالیہ
پیر گیٹ بھوپال

شب قدر پر کچھ مواد پیش کیا گیا ہے۔ ایک ذمی علم دوست جناب شرطیور الفشاری اس پر ایک مفصل مرسک ارسال فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ لیلۃ القدر اور لیلۃ میاڑ کے ایک بی شب کے دو نام ہیں۔ اس مراسلہ کا نقل کر کے تفصیل لکھنے کرنا اس نے غرضہ دری معلوم ہوتا ہے کہ یہس کو ایک رائے پر اصرار نہیں۔ فاضل مراسلہ تھا ریا کچھ اور حضرات اگر اس پسلو کو درست نہیں سمجھتے جس کی نشانہ ہی بھلی میں کی تھی ہے جلک دمیرے معرفت پسلو کو درست سمجھتے ہیں تو حشیم بار دش ولی ماشاء د۔ کیا غروری نہ ہے کہ ہر سلسلہ پر این و آس جاری ہی رہے۔

”شب برآ آہ“ پر بھی ہم ہر یہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ اخبار دعوت میں شایع شدہ مضمون کے اس مطلعے سے ہم متفق ہیں کہ ”شب برآ“ کوی ہووار نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ انجیت اس کی بوج سکتی ہے کہ لوگ انفراوی طور پر اس میں عبادات کریں تو واب نسبتاً زیادہ ہو۔ وانشد آملم۔

فیملی یلانگ

رزق کی تنگی سے در سے خود کو خصی کر لینا بلوی کا آپریشن کر ادینا الگ چینا سب بات نہیں ہے لیکن تھی مفتی کا یہ کہنا بھی انتہائی غلط ہے کہ جس نے ”فیملی یلانگ“ کو الی اس کا ذبح حلال نہیں ہے۔ استغفار اللہ۔ امامت نمازگی حد تک تو کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص شرہی وجہ کے بغیر ضبط تو یہ کرتا ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اسے امامت بنا یا جائے لیں وہ یہ حال مرتد نہیں ہے ہو گیسا کہ اس کے ذیمے تک میں حرمت پیدا ہو جائے۔ ایسے غلو سے بچنا چاہئے۔

(بیتازہ غزل ۲ جنوری ۱۹۷۴ء کے مطہل (ضلع بیسور) مشاعرے میں پڑھی گئی)

یہ سیل بے رنگ آنسوؤں کا فضول ہے لاکھ بار آتے
بنے گاموتی وہ اشکت نگیں اپو سے جو ہمکن آتے
چن کے دیدہ دروں کو یار و سبھی نہ کیوں بار بار آتے
وفاق تو کانٹوں کی سرزی میں ہے، یہاں ہی جان شار آتے
چن کے دہ خود پرست مالی جھیں خزان راس لگتی ہے
دریگستان نصیل گل کے حسین کتبے لگانے والو
متایع گلشن کچھ ایسے باٹی مرے نادار دوستوں نے
یہ کوئے جاناں سے ہم صافرو عزیز ہو سر تلوٹ جاؤ
وفاق کے ایوان مریں چرقبم سے لکھا ہوا ہے
یہاں دہی سرفراز ہو گا جو سر کی بازی بھی ہمارتے
ہے رانگاں دوستو وہ ساتہ ہے جو محمد مجدد مسٹی
خیال جاناں کی حیثیت میں کچھ ایسی چیزیں بھی سماہیں
بہت ہی چھوٹی سی داستان سے ہماری حزاریوں کی
یہ خوش نصبوں نہیں تو کیا ہے کہ اپنی مٹی لگی طہکانے
وہ سرچو تھا بار دو ش عامر کسی کے قدموں قدار آتے

عَلِيٌّ

نے زپر و تقویٰ نے یا وری کی نہ کام کوئی کمال آیا
حساب کے دن یہ سب عمارت خاب کی ضریب نے طبق دھادی
ہمارے دامن میں وہ تو کہتے ہے کہ ٹھنڈا امتحان کے چڑا سنو
کسی نے انکو قبول کر کے چہاری فری عمل جلا دی

یہ سچ ہے زاہد کہ میں اصولاً عذاب کا مستحق ہوں لیکن
جہنمی کا ہے کہ تو نے ظالم خذب کیا اُگ بھی لگادی
خدا رحیم و غفور بھی ہے خدا کی محنت کو دنہ کا لی
غزوہ طلاقت کی رو میں تو نے خدا کی شان کو حفظ کیا

ماخسہ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا لیکن
حکم یہ ہے کہ اسے شب کہو دن ماں
داغ ہی داغ ہیں پھر سے پر مکبھی حرم ہے
حکم یہ ہے تکلی رعنائیت تک من مانو

ہو ائے عزت و شہرت بھی جرمن دلت بھی
ہمارے دل کے خزانے میں لیکا نہیں اے دوست
جناب شیخ کا در بھی ہے خوف حاکم بھی
فقط نہیں ہے تو خوف خدا نہیں اے دوست

ہائے یہ ڈور کہ ارباب ٹنک مایہ کو
مرشد و شیخ کہو صاحب باطن مانو
و ہم زائدہ خیالات خود سوزنکات
ماننے کی کوئی صورت نہ ہو لیکن مانو

کھوکھلی دیواروں پر سونے کے پتے بھی چڑھا دی گئی تو وہ انھیں گرنے سے نہ بچا سکیں گے۔

دعوت فکر و عمل

کوئی قوم ان کے ہم پلہ نہ تھی۔ یہ سب کچھ سخا دلوں میں ایمان بھی تھا۔ احکام شریعت کی پابندی اسے بہت زیادہ تھی۔ سعی طاقت کا نظام قائم تھا اور قوم میں ایک زبردست ڈسپلین پایا جاتا تھا مگر بھرپور ووگ عہد صاحبہ کے فائدکش خستہ حال ضحاۃ شیخوں سے نہ آزادی کرچکے تھے انھوں نے ان سروسامان والوں کو اور ان سے سروسامانوں میں زبردست فرق محسوس کیا۔ یہ من چیز کا فرق تھا؟ — فلسفہ تاریخ والے اسے بد اوت و حضرت پر محول کر دیں گے۔ وہ کہیں چھے کر پرانے بادی شیخ زیادہ جھاکش تھے اور بعد کے لوگوں کو دولت اور تمدن نے میش پسند بنادیا تھا۔ مگر میں کہوں گا کہ یہ فرق درصل ایمان، خصوصیت۔ اخلاق اور اطاعت خدا اور رسولؐ کا فرق تھا۔ مسلمانوں کی اصل قوت یہی چیزوں تھیں۔ ان کی قوت نہ کثرت تعداد پر بلکہ تھی، نہ اسباب و آلات کی افراط پر۔ نہ مال و دولت پر، نہ علوم و صناعات کی چہارت پر، نہ تمنی حضارت کے لوازم پر۔ وہ صرف عمل صلاح کے بل پر اُبھرے تھے۔ اسی چیز نے ان کو دنیا میں سریں لند کیا تھا، اسی نے قوموں کے دلوں میں ان کی دھاکائی رسانکھ بٹھادی تھی۔ جب قوت و عزت کا یہ سرمایہ ان کے پاس تھا تو وہ قلت تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود طاقت درا و رمحرز تھے اور جب یہ سرمایہ ان کے پاس کم ہو گیا تو کثرت تعداد اور سروسامانی کی فسراواتی کے باوجود کمزورا دربے و قوت ہوئے

دوسری حصہ ایجادی کی ابتداء کا واقعہ ہے کہ سجستان دریخ (موجودہ افغانستان) کے فرمانروانے جن کا خاندانی لقب تبلیغ تھا، بنی رامیہ کے عمال کو خراج دینا بند کر دیا۔ یہیم چڑھائیاں کی آئیں مگر وہ طبع نہ ہوا۔ یہیم بن عبد الملک اموی کے عہد میں جب اس کے پاس طلب خراج کے لئے سفارت بھجو گئی تو اس نے مسلمانوں کے سفراء سے دریافت کیا۔

”وَ لَوْلَ كَمَانَ كَتَنَّ جَوْهِيَّةً آيَا كَرَتْ تَخَانَ كَبِيتْ فَأَذْرَقَ زَدُولَ كَيْ طَحَّ بَلْيَهْ ہوَتْ تَخَنَّ پِيشَانَ بَرْسَيَاهَ كَطَّ طَرَرَ رَهَتْ تَخَنَّ اَذْرَكَ بَجَرَوْلَ كَيْ چَلَيَسَيْ بَهَنَّ كَرَتْ تَخَنَّ“ کہا گا وہ لوگ تگذر گئے۔ تبلیغ نے کہا۔

”اگرچہ تھاری شکلیں ان سے زیادہ شاذ ارہیں مگر وہ تم سے زیادہ عہد کے پابند تھے اور تم سے زیادہ طاقتور تھے۔“

مورخ لکھتا ہے کہ یہ کہہ کر تبلیغ نے خراج دینے سے انکار کر دیا اور تقریباً نصف حصہ حصہ ایک اسلامی حکومت سے آزاد رہا۔ یہ اس عہد کا واقعہ ہے جب تابعین اور شیع تابعین کو تھے۔ ائمہ مجتہدین کا زمانہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو صرف ایک حصہ لگزدی تھی۔ مسلمان ایک زنا۔ اور طاقت ورقہ کی چیزیں سے دنیا پر چھار ہے تھے۔ ایران، روم، مصر، افریقیہ اور اسپین وغیرہ حمالک کے وارث ہو چکے تھے اور سازو سامان، شان و شوکت، دولت و ترویجت کے اغبارے

چلے گئے۔

رہنمائے دشمن کی جیشیت سے جو کچھ کہا دادہ دستیں
لہرنا ہوں کے پہار و عظوں سے زیادہ صدق آنوز
پہاس نے دراصل یہ حقیقت بیان کی تھی کہ کسی
قوم کی اصل طاقت اس کی آرائش فوجیں، اس کے
الات جنگ، اس کے خوش خود خوش پوش پیاہی
اور اس کے وسیع درائع وسائل نہیں ہیں بلکہ اس کے
پاکیزہ اخلاق، اس کی مضبوط سیرت، اس کے صحیح
معاملات اور اس کے بلند تخلیقات ہیں۔ یہ طاقت
وہ روحانی طاقت ہے جو مادی وسائل کے بغیر
دنیا میں اپنا سکھ چلا دیتی ہے۔ خاک شینوں کی خفت
شینوں پر غالب کر دیتی ہے۔ صرف زمینوں کا وارث
ہی نہیں دلوں کا دارث بھی بنادیتی ہے۔ اس طاقت
کے ساتھ بھور کی چلپیاں پھنتے والے، سوکھی بدوں
والے، بے رونق چہروں والے، چھپڑوں میں لپٹی
ہوئی تواریں بڑھنے والے لوگ دنیا پر وہ رعب،
وہ سطوت و جبروت، وہ قدر و منزالت، وہ اعتباً
وقتدار جمادیتی ہیں جو اس طاقت کے بغیر شاندار
لباس پہننے والے، بڑے طیلیں ڈول والے، بارونت
تھہروں والے، اوچی بارگا ہوں والے، بڑی بڑی
مشخصیتیں اور ہولناک دبایے رکھنے والے نہیں جما
سکتے۔ اخلاقی طاقت کی فراوانی، مادی وسائل کے
فقدان کی تلافی کر دیتی ہے، مگر مادی وسائل کی
فراوانی اخلاقی طاقت کے فقدان کی تلافی نہیں کر
سکتی اس طاقت کے بغیر محضن مادی وسائل کے
ساتھ الرغبہ نصیب ہو گیا تو ناقص اور عارضی ہو گا۔
کامل اور پاندار نہیں ہو گا، دل کبھی مخزنة ہوں گے
صرف کرد نہیں جھک جائیں گی اور وہ بھی اکٹھنے کے
پہلے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے مستعد رہیں گے۔
کسی عمارت کا استحکام اس کے رنگ و رونگ،
نقش و نگار، زینت و آرائش، صحن و حپن اور ظاہری

خوشحالی سے نہیں ہوتا نہ مکینوں کی کثرت نہ ساز و سام
کی افزاط اور اسباب و آلات کی فراوانی اسکو مضبوط
بناتی ہے۔ اگر اس کی بنیاد میں کمزور ہوں، دیواریں ٹھوکھی
ہوں، سٹونوں کو گھن لگ جائے، کٹیاں اور سخت پریس
بیو جائیں تو اس کو گرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ خواہ
وہ مکینوں سے خوب معمور ہوا اور اس میں کمزوریوں روپے
کامال و اسباب بھرا ہوا ہوا اور اس کی سجاوٹ نظروں
کو بھائی اور دل کو ہوا لیتی ہو۔ تم صرف ظاہر کو
دیکھتے ہو، تھاری نظریں مذہبی نمائشی مظاہر سے نہیں،
مگر خداویں زمانہ کا معاملہ نمائشی مظاہر سے نہیں،
اندر وہی حقائق سی پیش آتائے۔ وہ عمارت کی بنیادوں
سے بہردا آزمائی ہوتے ہیں، دیواروں کی پختگی کا امتحان
لیتے ہیں، سٹونوں کی استواری کو جا سختے ہیں۔ اگر ہر ہزار
مضبوط ہوں تو زمانہ کے خواہ اسی عمارت سے لکڑا
کر پیٹ جائیں گے اور وہ ان پر غالب آجائے گی خواہ
وہ زینت و آرائش سے پیکر حسرہ ہو ورنہ خواہ کی
ٹکریں آخر کار اس سے پاش پاش کر کے رکھوں گی اور
وہ اسے ساتھ مکینوں اور اسباب زینت کو بھی لے
ڈوبے گی۔

ٹھیک یہی حال چیاتِ قومی کا بھی ہے۔ ایک
قوم کو جو چیز زندہ، طاقت و را اور ہر بلند بناتی ہے،
وہ اس کے مکان، اس کے لباس، اس کی سواریاں،
اس کے اسباب عیش، اس کے فنون لطیفہ، اس کے
کارخانے اور اس کے کالج نہیں ہیں بلکہ وہ اصول ہیں
جن پر اس کی تہذیب تامُح ہوتی ہے اور حصر ان
اصولوں کا دلوں میں راست ہونا اور اعمال پر حکمران
بن جانا ہے۔ یہیں چیزیں یعنی اصول کی صحت ان پر
پختہ ایمان اور علی زندگی میں ان کی کارفرمائی۔ چیاتِ
قومی میں وہی جیشیت رکھتی ہیں جو ایک عمارت میں اس
کی ستمکم بنیادوں، اس کی پختہ دیواروں اور اس کے
مضبوط سوتولیکی ہے، جس قوم میں یہ مکینوں چیزیں

بیر بیوی فتنے کا نیسا روپ

بیر بیوی مکر رہنگر کے اہل قلم جناب ارشد القادری کی تصنیف "زلزلہ" کا تقدیری جائزہ۔ تحریفی تبلیغیں تی شاندہری۔ دھسپ علیٰ مظہقین، عجیں دستاویزی حقائق۔ کتاب کے فاضل صفات جناب مولانا محمد عارف سنجھی نے طبع دلکش اور فہیمانہ انداز میں نقد و تعبیر کا فریضہ ادا کیا ہے۔ قیمت — پانچ روپیے۔

انکشاف | یہ کتاب بھی "زلزلہ" کی تبلیغات کا جامہ انسکاف ارب چاک کرتی ہے۔ قیمت۔ چھ روپیے

زلزلہ در زلزلہ | جہاں کے رد میں تصنیف ہوئی ہے۔ قیمت۔ پانچ روپیے

عمرِ احمد (لکھنؤ) کا خاص نمبر

جد و ہجد آزادی کی تائیخ۔ نتائج کیاں نکلے۔ ہم کہاں پہنچے۔ ان تمام امور پر نہایت دقیق و دلچسپ اور بصرانہ مضامین نظم و نثر دونوں معیاری اور دلکش۔ یہ حجم نہ براپ کے مطالعہ کی چیز ہے۔

قیمت — سوا پانچ روپیے	دیہی فرست میں طلبہ زیارتیں ورزختم بھی ہوتے ہیں
"	بزم اپنی خود میں۔ مولوی تعمیل سیکھنے والوں کے لئے
"	چاندی تکڑے تکڑے مکارے
"	خجا ساخت بخوبی
"	لہکنیوں کا اسلامی کورس
"	جنتات کی دنیا
"	عملیات اور جادو
"	پورے یا جنکی خزانے

ید رجہ اتم موجود ہوں وہ دنیا میں غالب ہو کر رہے گی۔ اس کا کلمہ بلند ہو گا اخذا کی زمین میں اس کا سکھے چلے گا، دلوں میں اس کی دھماکہ سٹھنے کی گردیں اس کے حکم کے آگے جھک جائیں گی اور اس کی عزت ہو گی خواہ وہ جھوپڑیوں میں رہتی ہو، پھٹے پرانے کپڑے پہنچی ہو، فاقوں سے اس کے پریٹ سٹھنے ہوئے ہوں۔ اس کے یہاں ایک کالج بھی نہ ہو۔ اس تی بستیوں میں ایک بھی دھواں اڑانے والی چینی نظر نہ آئے اور علم و صناعات میں وہ بالکل صفر ہو۔ تم جن چزوں کو سامان ترقی سمجھ رہے ہو رہے محض عمارت کے نقش فنگار ہیں۔ اس کے توأم وار کارن ہمیں ہیں۔ ٹھہری طلبی دیواروں پر اگر سوئے سمجھ ترے بھی چڑھا در گے تو وہ ان کو گرنے سے نہ چاہیں گے۔

مشہور عالم دین مولانا منتظر نعیانی

مقتبس تقریریں | ای اصل احیٰ تقریریں۔ ہر ہر صفحہ سیاق آموز اور ایمان پرور۔ قیمت مجلہ۔ پانچ روپیے۔

پیام انسانیت | ازندگی کے سائل ہر نئی طرز سے سوچنے طرف و عوت دینے والی مولانا ابو الحسن علی ندوی کی پانچ احمد تقریریں۔ قیمت — دھنی اربعہ۔

مقام انسانیت | اتفاقریں ہیں جن میں صفتی موضعوں پر مفکرات گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت دو روپیے۔ انگریزی سے ہندی سیکھنے | چار منگ پرائیوری آپکو سیکھنے میں بددے گی۔ قیمت — ایک روپیہ۔

اردو انجمنیزی سیکھنے | اس کا نام بھی "چار منگ پرائیوری" ہے۔ اردو سے انگریزی سیکھنے کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت سوار روپیہ ۱۸۵۔

مکتبہ سنجھی۔ دلبوہ بند (لیے۔ پی)

عامر عثمانی

قادیانیت کے جب و گرسیہاں

یہ بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ پاکستانی حکومت نے قادیانیوں کو قانونی طور پر خارج از اسلام اس وقت قرار دیا ہے جب تک بھر کے خواص و خواص نے متفق طور پر اس کا مطالبہ کیا۔ پاکستان میں ہر ہر مکتب کے نمائندے علماء کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں باہم بے شمار اختلافات بھی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف و تنافقتاً پرستی تھیں۔ لیکن میں کہر کرتے رہتے ہیں۔ ان میں مباحثے اور جھگڑے بھی ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود قادیانیت کے متعدد میں اخھیں اختلف رائے کی گنجائش نہ مل سکی اور سب سے بیک آواز ہو کر کہا کہ قادیانیت جس درملت کا ناموس ہے۔ اسلام کے خلاف سازش ہے۔ دین کے مقابل صرف آرائی ہے۔ رسالت ماص کی توہین تضییبات ہے۔ اس علمبرداروں کو کسی قیمت پر مسلمان نہیں مانا جاسکتا۔

ہندوستان کے چوپی کے علماء بہت سلسلے ہی قادیانیوں کی تکفیر کر رکھے ہیں۔ آج بھی جو قابل ذکر حلقوے علماء دین کے یہاں پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب سے تکفیر میں مطہر اور اس کے حق بجانب ہونے نے متفق ہیں۔ پھر سوائے

اک معقولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ مدت کے تمام ہی معرفت دینی حلقوے اور مکتب فکر قادیانیوں کی تکفیر پرتفق ہو ہی نہیں سکتے تھے اگر قادیانیت میں دراصل جس تنادیل اور حسنطن کی گنجائش موجود ہوتی۔ اہمت میں ایسے جلد باز اور غیر محتاط لوگوں کے شک بھی ہیں اور آج بھی ہیں کہ جو تکفیر کے فتوے میں اختیارات نہیں پرستے۔ لیکن اخھیں دوسرے حلقوں اور تین طبقوں کی تائید ہرگز میسر نہیں آتی۔ مثلاً بریلوں نے علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث اور نہ جانے سے کسے کا فرقہ اور دیالکٹن دنیا کے سامنے ہے کہ ان کی فتوے بازی کو سمجھیدہ اہل علم کی طرف سے بیزاری اور نفرت کے سوا سچھے نہ ملے۔ اسی طرح بعض بدآختوں نے مولانا مودودی پر کفر کا فتویٰ جڑا لکھا ان کی آواز بھی دیوانے کی طریقہ تھی۔ کسی مسلمان فرد یا گروہ پر کفر کا فتویٰ بڑنا کوئی معقولی تا نہیں ہے۔ اس پر اہمت کے مختلف مکاتب فکر اور اہل الرأی کے مابین کامل اتحاد درائے ہو ہی نہیں سکتا جب تک وجہ کفر دو اور دوچار کی طرح واضح نہ ہوں۔

رکھڑا۔ لیکن قادیانی حضرات اس عیاں صورت حال سے آنکھیں بند کر کے عموم الناس کو برا بری باور کر انکی شوش میں لگے رہتے ہیں کہ رسول اللہ پر صرف شرعی نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے غیر شرعی کا نہیں۔ یعنی ایسا بھی تو آپ کے بعد نہیں آئے چا جو نئی شریعت لائے گر ایسا بھی ضرور آئے گا جو شریعت محمدؐ کے تحت نبی بنایا گیا ہو۔ چنانچہ مرحوم راجح احمد ریسے ہی بھی ہیں۔ ان پر وحی اتری لمبی ہے اور ان پر ایمان نہ لافے والے کراہ و بے دین ہیں۔

اس سلسلے میں ان حضرات نے کچھ دلائل ترواش لئے ہیں۔ یہ دلائل قابل ذکر بھی نہ ہوتے اگر ہمارے مسلمان بھائیوں میں دین کا علم و فہم عام ہوتا لیکن دین کا علم و فہم عام کہاں اسلئے بادل ناخواستہ ہیں ان دلائل کا ذکر اور رکن اپنے رہا ہے تاکہ حق و طبل گرد مدد نہ ہونے پائیں۔

فی الحال ہمارے آگے ایک کتاب پھر ہے جو ہمپے پاکستان میں چھپا تھا اور اب اضلاع قریب میں اسے پنجاب سے پاچھڑا کی تعداد میں چھا پائیا ہے۔ ہم اس کے تمام مندرجات پر قسط و اتفاق کریں گے۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے قرآن۔ پھر حدیث۔ پھر بزرگوں کے وہ اقوال جنکیں قادیانی مبلغ نے اپنے باطن موقف کی شہادت میں پیش کیلیے ہے۔ یہ کتاب جسے چونکہ بڑا ظاہر فریب ہے، اور خطوط سے ہمیں علم ہو اگر اس کے بعض مندرجات کا کوئی شافی جواب پختہ رے بھائیوں کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے لہذا ابتداء اسی پر توجہ دینا ضروری معلوم ہوا۔ ہمارے بھائی مطہری ہر جائیں کہ قادیانی علم کلام کی جوابات میں انکھیں بظاہر عالمانہ اور مصطفیٰ نظر آ رہی ہیں وہ فی الحقيقة حاصل نہ اور فریکار انہیں۔ اپنے اس دعوے کے لام انشاء اللہ تعالیٰ ہی شفیعی شخص تفصیل و ترجیح کے ساتھ پیش کریں گے جو ہمارا معمول ہے اور ہم تلقین رکھتے ہیں کہ ہمارے عقولی و فتنی دلابیل ہر انصاف پسند اور سمجھدار ادیٰ کے نئے کافی شافی ہوں گے۔

واللہ المستعان

کم نہیں۔ یا ضرورت سے زیادہ ”رسن خیالوں“ کے کے یہ دو سو گذر سکتا ہے کہ یہ تکفیر مناسب نہیں یا اس تکفیر میں ضروری اختیاط نہیں برقراری۔ اختیاط بہت عمدہ چیز ہے لیکن بے عیاری ہے جسی اور غفلت کو تو اختیاط نہیں کہتے۔ خاتم الانبیاءؐ کے بعد کوئی شخص کھلا کھلا دعوہ نبوت سے کرائیجے اور دنیا کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے تو اس پر طریقہ اٹھنا ایک باضمہ مسلمان کا قریتی رد عمل ہونا چاہئے۔

پاکستان سے جو بڑیں اکھڑ جانے کے بعد گمان ہے کہ قادیانیت کی جوانگاہ اب تا یہ ہمارا ہندوستان ہی بنتے گا۔ اس کے آثار بھی پیدا ہو جائیں۔ دنیا کے اسلام میں اس فتنے کے نئے اور کہیں تھوکانا ہے بھی نہیں۔ بیت اللہ اور مدینۃ الرسولؐ کی پاک حدود میں تو پہلے ہی قادیانیوں کا قدم رکھنا منیوع ہے۔ اہل حجاز ان کے فرستے باخبر ہو جائے ہیں۔ عقریب دوسرے عرب ممالک بھی حقیقت جان لیں گے اور انہیں ہندوستان کے سوا اور کہیں جائے پناہ میرزا سکے گی۔ پناہ یا ان یا شوق سے لیں اور مختلف مذاہب کے گلدارستے میں پھول کی طرح سمجھیں لیکن یہ فریب قابل درگذر نہیں ہے کہ مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھائیں۔ اسی لئے ہم نے ضروری سمجھا ہے کہ اپنے کم علم اور سادہ لوح مسلمان بھائیوں کو ان ظاہر فریب دلائل کی پوسٹ کنڈہ حقیقت سے آگاہ کر دیں جن کی آخر لے کر یہ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ واللہ المؤمن وہ مستغان

پیش نظر حکم

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی بھی جو وحشت ہونے والا نہیں۔ یہ وہ عقدہ ہے جس پر تمام امت متفق ہے جس کو گے بعاجز نے بھی کسی ملکے دیار میں نبوت کا دعویٰ کیا امانت محمد پر نے اس کے منح پر تھوک دیا۔ اس کے دعوے کو اپنیوں تسلی

اور تو کوئی بات نہیں لیں آپ کی زیارت کے بغیر ضرور رہتا ہوں اور یہ خجال ستارہ تارہ تھے کہ آخرت میں آپ تو انہیا کے ساتھ اونچے درجوں میں ہوں گے میں بھلا آپ کا دیدار کیسے کر سکوں گا۔ اس پر اللہ گی آیت نازل فرمائی۔

حضرت سرسوچ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی میں اور مفسر ابن حجر عسکریؒ حضرت ربیعؓ سے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ کچھ صحابہؓ ایک دن اپسیں باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہؐ تو آخرت میں بہت ہی اونچے درجات میں نیکی ہوں گے ہم لوگ اچھیں کیسے دیکھ لیں گے۔

اس وقت جب ریشؓ یہ آیت لائے اور رسول اللہؐ نے ارشاد کیا کہ جنت میں اونچے درجے والے وقتاً قضاۓ بھی آتے جاتے رہیں گے اور اس طرح مختلف درجات والوں کا میل ملاب پہنچا رہے گا۔

طبری، ابی عیسیٰ اور رضیا مقدسی نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ بار رسول اللہؐ مجھے آپ اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہیں۔ میں ھر میں سوتا ہوں تو بر ابر آپ کی یاد آتی رہتی ہے اور پھر اس وقت تک ہیں نہیں ملتا جب تک آپ کی زیارت نہ کروں۔ مگر مجھے ایک دن من رہا ہے اور آپ کو تھی۔ آپ تو جنت میں داخل ہو گئے درجات عالیہ میں چلے جائیں گے میں آپ کا دیدار کیسے کر سکوں گا جیسا حضورؐ خاموش رہے یہاں تک کہ نہ کوہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بیان حضرت عائشہ صدیقہؓ پر کام ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

ان متعدد روایات میں کوئی تکرار اور اختلاف نہیں آیات اترتے وقت ظاہر ہے تمام صحابہؓ تو حضورؐ کے پاس موجود ہوتے نہیں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ مثلًا ثوابان کی موجودگی میں یہ آیت اُتری ہو۔ فوری طور پر وسرے صحابہؓ کو اس کا علم نہ ہوا ہو پھر دوسرا موقع پر صحابہؓ وہی لفظ کر رہے ہوں گے کہ جنت میں ہم حضورؐ کو کیسے دیکھ سکیں گے تو حضورؐ نے یہ آیت پڑھ دی ہے۔ اس طرح اس آیت کے نزول کا تعاقب ان تمام واقعات سے ہو جاتا ہے جن کا رہایات میں ذکر آیا۔

پھر متعدد اور حدیثیں اس آیت کو صحنه میں مدد دیتی

سے ہمیں قرآن کریم کی طرف آئیے۔

قرآن کریم کی آیات کو کس نے دردی کے ساتھ سی ٹوکرے مروڑتے اور اپنے باطل خجالات کے ساتھ میں ڈھلتے ہیں اس کے دو نو نیں پیش لظر کتابچے میں پائے جا سکتے ہیں۔

پہلی آیت

سورہ نازارہ نہ سما یا گیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ جَوَّجَ اللَّهُ تَعَالٰی اور اس کے رسول فَأُولَئِكَ مَعَ الرَّاشِدِينَ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اعتماد کریں پس آتَحُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ دِينَ وہاں کے راستہ اسی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ الشَّرِيكَنَ وَالصَّدِيقَنَ نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدرؐ شہید وَالشَّهِدَاءِ وَالصَّلِيْقَيْنَ اور صاحب اور یہ ان کے اچھے سماں وَخَسْنَ أُولَئِكَ رَفِيقَيْنَ ہیں۔

آیت کا ترجمہ بھی ہم نے کتابچے ہی سے نقل کیا۔ اس سے ہمیں کہ قادری ای صاحب کی قرآن ہمیں پرست کش کی جائے یہ دیکھ لینا مناسب ہو گا کچھ صحابہؓ اور تابعین اور دیگر مستند اہل علم سے اس آیت کی شان نزول اور مراد و مذاکیا منقول ہے اور یہ کہ جملہ مفسرین اس کا کیا مطلب بھتھے اور بیان کرتے آتے ہیں۔

شہزادہ آنات مصلی اللہ علیہ وسلم نے اور روح الحمعانی کے مصنف ملامہ ابوی علیؓ نے اور دیگر دیویں قدیم و جدید مفسرین نے اسی آیت کے تحت روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام حضورت ثوبانؓ کو آپ سے بے حدیت ہی۔ آپ کو دیکھتے تھوڑا سا وقت گزارا اور بے چین ہوتے۔ یخوف کہوت کے بعد ہمیشہ کے لئے آپ کے دیدار سے خود میں بروجاؤں گا انھیں اس درجہ غلکیں بنائے ہوئے تھے اور قل نخل حسمہ و تغیریونہ دین لاغر ہو گیا تھا اور نگیں میں تبدیلی آئی تھی (ایک روز بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کا غم کا دار اور مرجھایا ہوا سچھرہ دیکھ کر حضورؐ نے پوچھا ثواب ان کیا بات ہے؟ وہ بولے کہ اے اللہ کے رسول

ان تفصیل کا حامل یہ نکلا کہ مثلاً انبیاء علیہم السلام کو ان کی خدمت و محبوبیت کے تحت زیادہ درجہ اور انعام دینے کی صورت جہاں یہ ہے کہ ان کی سکونت زیادہ بہر جگہ ہوئیں یہ بھی ہے کہ ان کی استعداد اتنا ترا اور جس طریقہ مددی جاتے۔ اس طرح میں اس وقت بھی جب وہ جنت میں اپنے سے نیچے درجہ والوں کے ساتھ ہوں یہ ممکن ہے کہ انھیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ راحت اور آسودگی کا احساس ہو رہا ہو۔

جب یہ آپ سمجھ گئے تو آئیے احادیث کی طرف۔

بخاری مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسندر احمد ابن حنبل، مسندر الیاعلیٰ، مسندر بنزاز، مسندر شافعی اور متعارف دوسری کتب حدیث میں کثیر صحابہؓ سے مردی ہے کہ حضورؐ سے ایک انسان کے مارے میں سوال کیا گیا جو ایک قوم سے دلی والستگی رکھتا ہو مگر حالات کی بحیثیت پر مجبور یوں سے اس کا ساتھی نہ بن سکتا ہو۔ حضورؐ نے جواب دیا الہم عَمَّ مِنْ أَرْجَبْتُ وَهُرَّأْدَمْ اِنَّ لُوْكُوْنَ كَسَّرَ بَرَّ حَدَّسَرَ وَهُوَ سَيِّدُ الْجَنَّاتِ ہے کہ وہ جنت رکھتا ہے۔ حضورؐ افسوس فسرط انہاط میں کہنے لگے کہ مجھے تو رسول اللہؐ سے اور یو بزر و عظیم رضا سے محبت ہے۔ میرے اعمال ان جیسے نہ ہی مگر اب امید ہو گئی ہے کہ آخرت میں مجھے ان کا ساتھ میسر آئے گا۔

ایسا طریقہ مسلم شریف میں حضرت ربیعہ بن کعب سلمی

کا یہ بیان مردی ہے کہ میں رات کو حضورؐ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے! میں نے عرض کیا اے رسول اللہؐ! جنت میں آپ کا ساتھ اور رفاقت مانگتا ہوں۔ حضورؐ بولے اور مانگ! میں نے کہا یا رسولؐ اور بھی میری مانگ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اب آپ نے فرمایا کہ اچھا تو میری مدد کر اور خوب خوب خوب عبادت کیا کر۔

حضرت ربیعہ کامشائے مبارک یہ تھا کہ تو خوب خوب عنادت کرے گا تو میں اللہؐ سے تیری شفاعت کر سکوں گا۔ اور اس کے فضل سے تیری مراد پوری ہو جائے گی۔

یہ تو بہر حال طے ہے کہ جنت میں مختلف درجات ہیں۔ قرآن ہی نے ان کا ترتیب کرہ کیا ہے اور عقلابھی واضح بات ہے کہ نیکی اور خدا پرستی میں سب ہوئیں تو یہاں نہیں کسی کی عبادات کم ہیں کیسی کی زیادہ۔ انبیاء کا مرتبہ سب سے اوپر جا ہے اہل اللہؐ کے انعامات و درجات میں بھی شرق ہونا ہی چاہیے۔ مگر اللہؐ تعالیٰ بندوں کو یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ تم میں سے جو بھی اللہؐ اور رسولؐؐ کی اطاعت کرے گا اسے جنت میں بفتری مراتب انبیاء اور صداقین وغیرہ کی رفاقت و معیت ملے ہوں گی۔

رفاقت اور معیت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دوآمدی ایک ہی مکان میں رہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ صحابہؐ حضورؐ کے دونالد میں تو نہیں رہتے تھے لیکن پھر بھی اخیں رسولؐؐ اللہؐ کا ساتھی در فتنہ کو ہاتھ لے۔ صحابی سے معنی ہی ساختی کے ہیں۔ آج بھی ہم سب کچھ ساختی اور رفتی ہوتے ہیں مگر ان کی جائے میکونت اور معاشرتی حیثیت اور معاشی عالمت الگ الگ روکتی ہے۔ وقتاً فوقتاً ہم آپ میں ملتے جلتے ہستے یوں لئے رہتے ہیں۔ اسی طریقہ جنت کا معاملہ ہے کہ وہاں درجات یقیناً ہستے ہیں اور ہوئیں کے مختلف طبقوں کو ان کی حیثیت کے طبق مختلف درجات میں رکھا جائے گا۔ علاوہ اس کے لطف دکرم کا ایک یہ طریقہ بھی قریں قیاس ہے کہ اللہ دشمنوں پر ایکسر ہی جگہ کے اور ایک ہی جیسی نعمتوں سے نوازے مگر بلکہ شخص کے اندولان کے احسان کی صلاحیت دوسرے کے مقابلے میں طریح اس خصوصی کو زیادہ لذت ملتی ہے۔ جیسے آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک ساغذ اس شخص کو زیادہ مزادیتی ہے جو خوب بھیو کا ہو مرضناک آپ تجریب کرتے ہیں کہ افطار کے وقت غذاوں میں ہمارے دوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ لذت ملتی ہے۔ بھی حال ڈوب کر راند کا ہے۔ ایک ہی لاغ میں دوآمدی ہٹل رہتے ہوں تو وہ شخص یادے لطف حصال کرے گا جو صحت من ہو بمقابلہ اس کے جو اور ہو۔ نیز طبعی طور پر کچھ لوگ زیادہ حساس اور کچھ لوگ کم ساس ہوتے ہیں۔ میردوں ایک ہی نعمت سے بے ایسا کا لطف ہے اس کا نکتہ میرکرتا شرکی استعداد یہاں نہیں ہو گی۔

جلتے رہتے ہیں۔ آیت میں اللہ ہی نبارت نے رہا ہے اپنے
جانتے ہی ہیں کہ صحابہؓ نہیں تھے اور ہم غلام تو نہ ہی
سچے مسلمان ہیں لیکن اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وَكُمْ فِيْهَا
مَا أَشَتَّهُ إِلَّا قَسْكَمْ رجت میں تھیں ہر وہ چیز ملے گی جسے
تھا راجی چاہیے تھا۔ لہذا صحابہؓ میں سے اور ہم میں سے جس بھی
رسولؐ اللہ سے گھری محبت ہوئی وہ جنت میں پہنچ کر قدر تائیہ
چاہئے گا کہ مجھے اپنے جیوب کا دیدار اور صحبت و رفاقت یہ مر
ہو لہذا اس آیت کے اور احادیث کے مطابق اس کی آزاد و فرود
پوری ہو گی۔

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اگرچہ انہیں اور
حمدیقین وغیرہ کے جنت میں الگ الگ درجات ہیں اور
ہم نے بھی چاہئیں لیکن کتر درجے والے بھی ان کی صحبت و
معیت سے محروم نہیں رہیں گے۔

اب دیکھتے قادیانی حسب مذکورہ آئین نقل کر کے کیا فرمائے
ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

”اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی پیروی سے ایک انسان صاحیحت کے مقام
 سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔“
 آگے بڑھنے سے پہلے اس فقرے پر نگاہ نقدِ الراجح ناک
 اندازہ کر سکتیں کہ اس فقرے کی بنیاد پر آگے جو کچھ کہا گیا ہے
 اس کی کیا حیثیت ہے۔

”نبوت“ کیلئے۔ اس کے بارے میں علماء امت کے
 مابین دور اسے نہیں صحابہؓ سے لے کر آج تک تمام مفسرین
 و حدیثیں اور شیوخ و اساتذہ اس بات پر متفق چلا رہے ہیں
 کہ ”نبوت“ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے انسان عبادات و
 مجاہدات کے ذریعہ حاصل کرے۔ وہ تو ایک عہدہ اور منصب
 ہے جو کسی بندے کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

نباءؓ کے معنی خبر کے ہیں۔ قرآن میں مستقل ایک سورۃ
 موجود ہے الہبی۔ اس میں فرمایا گیا ہے۔ عَمَّا يَشَاءُ لَوْلَتْ
 عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ۔

ترمذی شریف میں حضورؐ کا یہ ارشاد متفق ہے کہ
 جھوٹ سے پر ہمیز کرنے والا اراست باز اور ایماندازنا بجر
 انہیاں، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

بغاری مسلم میں ہے کہ حضورؐ بلند درجات والے
 الہ جنت کا تذکرہ فرمائے تھے کہ بعض صحابہؓ نے کہا یا رسولؐؑ
 یہ اور پچھے درجات تو انہیاں ہی کے لئے مخصوص ہوں گے کسی اور
 کوادیاں تک پہنچا کیونکہ ہو سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا خدا کی
 قسم دہان تک وہ لوگ بھی ہیچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے
 اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی اور انہیں ماننے کی طرح
 مانا۔

ایسا یہ فاماً جلبشی حاضر خدمت ہوتا ہے اور کہتا
 ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ! اے کو اللہ نے صورت اور
 بنک اور نبوت میں بھجو پر فضیلت سخنی ہے۔ اگر میں اس
 چیز پر ایمان لے آؤں جیں پر آپ لا اسے ہیں اور ان حکام
 کی پروردی کروں جن کی آپ کر رہے ہیں تو کیا جنت میں آپ کی
 معیت و رفاقت ملے گی۔ اللہ کے رسولؐ نے جواب دیا
 ہے شک ملے گی۔

اسی نوع کی اور بھی روایات ہیں۔ ان کی نقل سے یہ
 ذہن شین کرانا مقصود ہے کہ جنت میں الگ چیز مخالف درجات
 ہیں اور بندوں کو ان کی حیثیات کے مطابق بیعطا ہوں گے
 انہیاں مسر سے اور کچھ درجے میں ہوں گے اور ان میں بھی
 وتر آنی صریح تر مطابق مرتب کافر قبیلے سخنی کہ ہمایے
 آقا صلی اللہ علیہ وسلم علی ترین بنے ہیں اہل الذماع بھی
 ہر ایک کو اس کی حیثیت ہی کے مطابق ملے کا مکار ایسا نہیں
 ہو گا کہ ایک ”یحیی والے“ دوسرا درجے والوں کی رفاقت
 سے بالکل خروم کر دیجے جائیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو
 لفظ مم آیت میں آیا وہی حدیث میں موجود ہے اس سے
 پتا چلا کہ غیر انہیں امر کو بھی انہیں کی معیت اور رفاقت
 اس طرح تصیب ہو گی کہ وقتاً فوقتاً انہیں ملنے جلنے کا
 موقع ملتا رہے گا جیسے کہ دنیا میں مختلف مکانوں میں ہمے
 والے دوست، رفقاء اور ساہمی ایک دوسرے سے ملتے

"دھی نبوت" سے جدا شے ہے۔

کشف و الہام یا خاب یا تخلیات یا منطقی استدلال
یا سائنسی تجربات کے ذریعے جو اطلاعات حاصل ہوتی ہیں وہ
تجھی وحی نبوت سے تعلق نہیں رکھتیں کیونکہ ان سب میں غلطی
اور مغالطے اور شکوک و شبہات کا امکان موجود ہے۔ لہذا
کوئی انسان بھی جس وحی کے ذریعے نہیں ہے وہ صرف میغہوم
رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نذکورہ تمام طرقیوں سے جدا ایک ایسا
طرافقی استعمال فرمائے جو اہم کار خطا اور رسیب و شکے سے بالاتر
ہو۔ یہ طرقی سب جانتے ہیں کہ فرشتوں کے ذریعہ اطلاع دینا
ہے جسے اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے بالاتر اس استعمال
فرمایا ہے اور بھی کہی وہ فرشتے کے تو سطح کے بغیر بھی بنتے
سے کلام فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا واقعہ سب کے علم
میں ہے۔ لیکن اس خاص طریقی خطا بکے باوجود بھی پر فرشتہ بھی
ضرور نازل کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ پر کیا۔ یہ نوں
طرقی ایسے ہیں کہ غلطی اور شبہ کی مطلق گنجائش ان میں نہیں
اور یہ بھی صفات ظاہر ہے کہ آدمی کی ریاضت و عبادت اور
حکمت محنت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ جو بند نے بھی بنائے
جلتے رہے ہیں وہ نبوت سے قبل بے شک نکو کار اور خوش
کردار ہو اکرتے تھے لیکن نبوت اس نکو کاری کے سچے میں
نہیں ملتی تھی۔ یہ بات ہوتی تو ہر نکو کار بھی بن جاتا مگر یہ معلوم
ہے کہ نے شمارا بادوز اہم بند نے بھی نہیں بنے۔ اس کی مثال
اسی ہی سمجھیتے جیسے سفارت کا عہدہ ہے۔ سفیر کوئی بھی
حکومت یقیناً ایسے ہی کسی شخص کو بنائے کی جس میں اس کے
نزدیک سفارت کی الیمت اور اوصاف خوب پائے جا
رسہے ہوں لیکن ہر وہ شخص جس میں الیمت اور اوصاف
پائے جا رہے ہوں آپ سے آپ سفیر تو نہیں بن جاتا۔ سفیر وہی
شخص انا جائے کھا جائے اقتدار و قدرت باقاعدہ یعنی صوب
سونپ دے۔ نبوت کا معاملہ ٹھیک ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ
بھی کسی ایسے بندے کو نہیں بناتا جو بد کار ہو۔ بدناام ہو۔
حسن کردار سے محروم ہو۔ یعنی صوب جلیل نیک نہادوں اور
نکو کاروں جی کو توفیض ہوتا ہے۔ اس سے نتیجہ بنکالنا کہ

(ترجمہ) "کس چیز سے متعلق یہ لوگ پوچھ چکے میں مشغول ہیں۔
کیا اُس بڑی خبر سے متعلق جس میں ان کی پہنچ یہی
جاری ہیں۔"

اسی طرح سورہ حس میں هُنْ أَتَلَّقَ بِهِنْ الْعَظِيمُ سورۃ
توہہ میں أَسْمَمْ يَا تَحْمِمْ نَبَاعُ الَّذِينَ هُنْ قَبْلِهِمْ سورۃ
ابراہیم میں، سورۃ نفاذ میں، سورۃ یونس میں، سورۃ مائدہ
میں، سورۃ اعراف میں، سورۃ شعلہ میں اور مزید پچھے
سیورتوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کو اہل عرب
باب انفال میں لٹا کر (إِنْبَاعُ)، خبر دینے سے معنی میں استعمال
کرتے ہیں اور اسی سے لفظ "نبوت" مأخذ ہے۔ گویا جس
بندے کو اللہ تعالیٰ لطور خاص خبریں دے وہ "بھی" ہے۔
پھر یہ بھی طبعی طور پر طے ہے کہ بھی کو خبریں بذریعہ
وھی عطا ہوتی ہیں اور وھی سے معنی نبوت کے باب میں یہ
ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فرشتہ بھیج رہا ہے کہ اور جو متعدد
طرقیں اس نے رکھے ہیں ان سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔
مشائقرآن میں فرمایا گیا:-

وَأَوْلَىٰ مِنَ السَّاجِدِيْنَ الَّذِيْنَ أَتَلَّقُ بِهِنْ مِنْ الْجَبَلِ
بِيَوْمَ نَادَمْ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرُشُونَ۔
"اور وھی کی تیرے ربِ شہد کی طرف کہتا
پہاڑوں اور درختوں اور شکوں میں ہر۔"

اب ظاہر ہے کہ شہد کی مکھی کو اپنا چھتہ بنانے کا جو شعور
اللہ نے عطا فرمایا ہے اسی کو یہاں "دھی" سے تعبر کیا گیا۔ ایسے
طبعی شعور سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح سورۃ انعام میں جو فرمایا گیا:-

وَكَذَلِيْكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ اُنْجَلِيْكَ اَنْجَلِيْكَ اَنْجَلِيْكَ
نَبِيًّا عَلَىٰ مَا اَسْبَطَنَا لِلَّهِ اَنْجَلِيْكَ دُنْجَانِ اَنْجَلِيْكَ اُنْجَلِيْكَ
وَالْجَنِّيْنِ لُرْجَنِيْكَ لَعَصْمَهِمْ دِلِيْكَ کردا جو ایکمودھر کو ملکع کر دے باتیں
لَعْصِيْنِ نَرْجَنِيْكَ الْقَوْدِيْنِ عَوْدَهَا دھو کا دینے کے لئے سکھلاتے
(آیت ۱۱۷)

تو یہاں فتنہ پر داؤں کی سازشوں آمیز اور جیشان سرگوشیوں
اور خبروں کو بھی لفظ دھی "سے تعبر کیا گیا۔ یہ "دھی" بھی یقیناً

کو پامال کرنا پڑے گا۔

اب آگے چلیے۔ قادیانی صاحب اس آیت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امرت میں بھی نبیوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ آخرت میں بھی کوئی نبیوں کے ساتھ اور صد لیقوں کو صد لیقوں کے ساتھ اور شہیدوں کو شہیدوں کے ساتھ اور صد اخوین کو صد اخوین کیسا تھے رکھا جائے گا۔ اگر قرآن میں اللہ اور رسول کی پروردی کرنے والوں کو انہیار کے ساتھ رکھے جانے کی بشارت دی جا رہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ پیروی کرنے والے بھی نبی ہوں۔ یہ ہے قادیانی علم کلام۔ اہل فہم اندازہ فرمائیں گے کیسا مذاق آیات الہیہ سے کیا جا رہا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ قادیانی استدلال کو بجا طور کرئیں کہ رہے ہیں قادیانی صاحب کی اپنی تحریر بھی دیکھ لیجئے۔ لفظتے ہیں : -

”اگر آیت کے معنی کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول

الله صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صرف

ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے بھی نہیں ہوں گے

تو یہ تشریح درستہ تین مارچ کے باعث میں بھی

کرنا پڑے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورد

صرف بظاہر صد لیقوں، شہیدوں اور صد اخیوں کے

ساتھ ہوں گے۔ خود صدیق، شہید اور صالح نہیں ہوں گے

کہ پیشہ صحیح نہیں کیونکہ یہ معنی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی شان بزرگ کے صریح مناسیبیں کہ ان کی

پروردی سے کوئی شخص صدیق، شہید اور صالح بھی

نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف ظاہری طور پر ان کیا کہ

ہو گا۔ حالانکہ امت محمدیہ کی اطاعت کرنے والوں

کا اس دنیا میں زمانی اور مرکانی طور پر ہے انعام

یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونا امر حوال ہے۔ اور آیت

قادیانی مع الدین الغم الله علیہم جملہ اسیہ

ہے جو استرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس دنیا میں ان

کے ساتھ ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ پس اس دنیا میں

ہر شخص نیک نہاد اور نکار بن کر نبوت کا تاج پہن سکتا ہے جہالت و حماقت ہے اور امت کے اہل المراءے نے بھی اس واہی خیال کو پاس نہیں پہنچنے دیا ہے۔ بہت موڑی سی بات یہ کہ صحابہؓ کرمؓ تو بعد کے تمام زایدیوں عالم اور ترقیوں سے بہتر ہے۔ ان یہی ترقیات والا بعد میں کوئی یہوی نہیں سکتا اہم امت ان کی افضلیت پر متفق ہے۔ اگر نبوت ریاضت و محابیات اور صلحیت و پرہنگاری کا ہی کوئی ارتقا نہیں حاصل ہوتا۔ تھوڑا صاداہ ممتاز صحابہؓ تو ضرور یہی کام حاصل ہوتا۔ جنہیں عشرہ مشیر یا حنفیں خلفانے راشدین کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آئے دیکھ لیا انصہر عمر حنفی کے بارے میں تو خود رسول اللہؓ نے خبر دی کہ ان کے اندر نبوت کی اہمیت اور صلاحیت موجود ہے لیکن عمر بھی نبی نہ بن سکتے تو اس کے سوا اکیا کہا جاتے کہ ایں سعادت بزرگ باز و نیست۔ یہ منصب محنت مشقیت سے نہیں ملا کرتا۔ یہی نیک عملی کا طبعی حاصل اور کسی درجہ صلاحیت کا فطری نہرہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب اور فضیلہ پراس کا مدار ہے۔ بنو اہل اللہؓ اور رسول اللہؓ کی اطاعت کر کے ولی بن سکتا ہے۔ صدقیق بن سکتا ہے۔ راہ خدا میں جان دے کر درجہ شہادت حاصل کر سکتا ہے جنہیں کو سکتا ہے پوچھے وہ راستے اور عقیدہ جس پر تام صلاحیت اور تابعین اور مجتهدین اور مفسرین اور حجتیین کا اتفاق چلا آرہا ہے لیکن قادیانی صداب کی محل افشاںی آپنے ملا حظہ فرمائی کہ کس بھول بن سے وہ صلاحیت کو مقام نبوت تک پہنچا رہے ہیں۔ وہ یہ باور کر رہے ہیں کہ شہادت اور صلاحیت کی طرح نبوت بھی بھی شہادت ہے۔ اہل فہم اندازہ فرمائیں کہ قادیانیت اگر تم سے پانچ باطل نہ ہوئی تو قادیانی مناظروں کو یہ صدیقہ تکبیوں میں آتی کہ امت مسلمہ کے نے شمارا جماعی اور الافقی نظر پا جو جہالتیں اور خانہ زانظریات علم کلام کی عمارت اٹھائیں آدمی شیر کو بھیریا اور بلی کو کتیا ثابت کرنے پر تل جائے تو ظاہرہ اسے سیکڑوں بذریعات بکنے ہوں گے اور سیکڑوں صداقتیں

کو صدیق اور شہید دل کو شہید اور صالحین کو صالحین نہ سمجھا جائے۔

میں منطق ہے لمحاظ سے وابہی ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ آیت میں مذکور چاروں درجات میں صرف درجہ نبوت و درجہ ہے کہ فی الحی انسان ریاضت و عبادت کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتا اور باقی تینوں درجے کی شش کے ذریعہ حاصل کئے جاسکتے ہیں تو منطق ہم کا تقاضا ہے کہ دونوں قسموں کا حکم الگ الگ ہو۔ انبیاء کی معیت حاصل کرنے والے انتہی بھی تو یقیناً نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ عہدہ انھیں ملا مگر صدیق اور شہید اور صالح ضرور ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ عہدوں کے نام نہیں ہیں بلکہ ان مقامات متعزی کے نام ہیں جیسیں کو شش سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور امت کے بے شمار افراد نے حاصل کیا ہے۔

تعلیٰ دروازیت یعنی احادیث مبارکہ کے آپ کے دیکھی ہیں ان کی روشنی میں بھی اس منطق کی لغویت ظاہر ہے۔ بشارت دی ہیجا جا رہا ہے بغیر بھی اپنی امت کو تاکہ را نھیں خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کا شوق ہو مگر قادیانی صاحب یہ باور کرنا چاہ رہے ہیں کہ نبیوں کی معیت صرف انبیاء ہی کو نصیب ہو سکتی ہے۔ اس کا حاصل بھی سمجھ لیجئے۔ حاصل یہ ہوا کہ برہشت میں انبیاء و کلمہ حقت فقط فرمزا غلام احمد قادریانی کی جائیگی بنے گی کیونکہ قادریانوں کی دنست میں امت میں ایک وہ بھی بن سکے ہیں صاحب اپنا اور تابعین اور اولیاء رسکے باسے میں معلوم ہے کہ نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے۔ حضرت عوٹیت بھی نہیں بن سکے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے اندر استعداد نبوت کی تصدیق فرمائی تھی پھر وہ سے صاحب اپنا تابعین وغیرہ بھی کیسے بن سکتے۔ لہذا قادریانی صاحب قرآن کے طبع میں اپنے خیالات اُنڈیل کر اللہ تعالیٰ سے یہ کہلوار ہے ہیں کہ صاحب اپنا امّہ اور شیوخ اور اولیاء کسی کو بھی جنست میں رسول اللہ کی معیت نصیب ہوئی تو لازماً وہ افراد اور صد لقین وغیرہ کی معیت نصیب ہوئی تو اپنے افراد امّت بھی ہونے چاہتیں جیسیں انبیاء کی معیت نصیب ہو۔ اگر انھیں بھی نہ سمجھا جائے تو پھر لازم آئے کا کمر صد لقینوں

ساتھ ہونے میں مرتب پانا ہی مراد ہو سکتا ہے۔

یہ سچے قادیانی دماغ کی حصی آفرینی۔ یہ ہے وہ تفسیر قرآنی کا سلوب جسے یہ حضرات سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

کوفت ہوتی ہے ایسی وابہی چل افغانیوں کا بخزی کرتے ہوئے لیکن کیا کریں۔ سادہ لمح بھائیوں کے فریب کھا جانے کا در ہے اس لئے کوفت بھی گوارا۔

آپ احادیث صحیحہ بتاتے اور عقل و قیاس کی روشنی میں دیکھ چکے کہ آیت کا مطلب یہ ہے۔ آنحضرت میں نبیاں انبیاء کے ساتھ احمد نقین صد لقین کے ساتھ شہید اور شہید اور کے ساتھ اور صالح اصلاح کے ساتھ ہوں یہ تو ایک ایسی بات ہے جو ہر آدمی خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ کسی بھی حصی کو اس میں شک نہیں تھا۔ نہدا یہ کیسے مانجا سکتا ہے کہ آیت وہ بات بتانے کے لئے اُتری بو پھلے سے معلوم و مسلم ہے۔ آیت تو تمام امت بھی یہ کویہ بتانے کے لئے اس طرزی گئی کہ تم اگر جنت میں اوپنے درجات والوں کی رفاقت میں محبت چاہتے ہو تو یا اس مدت ہو۔ یہ ضرور سلسلے کی اگر تم ایسا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ یہ دست بکھوکر ہم بھی نہیں تو انبیاء کی دید اور رفاقت ہیں جنت میں کیسے میر آ سکتی ہے۔ تم میں سے جو بھی کسی بھی زمانے میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی گزارے جاؤ اس کے لئے جنت میں اللہ یہ موقع فراہم کر دے گا اور انبیاء و صد لقین اور شہید اور صالحین کی معیت و رفاقت اسے حاصل رہے جو طرح کہ دنیا میں مختلف مکانوں میں رہنے والے افراد ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں اور ان میں رفاقت و معاشرت کا تعلق ہوتا ہے۔

لیکن قادریانی صاحب آیت کے منھ میں اپنا میغفرہ ڈال رہے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی امرت کے افراد کو یہ بشارت دی گئی کہ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تیج میں انھیں انبیاء اور صد لقین وغیرہ کی معیت نصیب ہوئی تو لازماً وہ افراد امّت بھی ہونے چاہتیں جیسیں انبیاء کی معیت نصیب ہو۔ اگر انھیں بھی نہ سمجھا جائے تو پھر لازم آئے کا کمر صد لقینوں

ہمارا خدا خواستہ یہ مطلب نہیں کہ امام راغب تقابل تعظیم نہیں یا انھیں علیہ الرحمہ لکھ کر کوئی غلطی کی گئی ہے۔ سچھ حرف یہ وہ مقصود کرنا چاہتے ہیں کہ قادریٰ حضرات جہاں بھی کسی اہل سنت بزرگ اور عالم تو تعظیمی الفاظ میں یاد کرتے ہیں وہاں اس کی حیثیت تدليس و تلبیس اور دائرۃ الدام کی ہوئی ہوتی ہے۔ دائرۃ الدام کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں سمجھتے۔ اس کے متعدد ثبوت آگے آئیں گے۔

خیر بازی گری ملا خط فرمائے۔ اوپر کا جملہ لکھ کر انھوں نے تفسیر الحجۃ سے ایک عبارت نقل کی جس میں تفسیر والمحیط کے مصنفوں نے امام راغب کا درج ذیل نظرہ ذکر کیا ہے:-

”قال الراغب ممن انعم الله عليهم من

الفرق الاربع في المفازة والثواب -

التبی بالنبی والصدیق بالصلیق و الشهیدا
بالشهید والصالح بالصالح“

ترجمہ فرمایا ہے۔

”راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل کردے گا جن پر اس نے انعام کیا ہے اس طرح کہ جو تم سے نبی ہو گا اس کو نبی کے ساتھ ملادے گا اور جو صدیق ہو گا اسے صدیق کے ساتھ ملادے گا۔.....“

لے چارے عام آدمی کیا اور اک کرسکین گئے کہ ترجمہ صحاب نے فقط ایک لفظ ”تم“ سے بڑھا کر کیا ہا تھکی صفاہی دکھلائی ہے۔ امام راغب کی منذور تفسیری وضاحت علمی اعتبار سے وقوع ہے یا پوکس اس پر ہم ابھی روشنی ڈالتے ہیں۔ پہلے اس لکھنے کو سمجھ رجیع کہ منقولہ عبارت کا ٹھیک تحریر ہو گا۔ ”نبی نبی کے ساتھ اور صدیق صدیق کے ساتھ اور شہید شہید کے ساتھ اور صالح صالح کے ساتھ ملادے گئے جائیں گے۔“

اس ترجیح سے کوئی دسویہ پیدا نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ میں بھی بھی موجود ہونے والے ہیں۔ لیکن قادریٰ مسلم تفسیر نے اپنے مطابق کرنے ”تم“ سے ”کا اضافہ کیا حالانکہ یہ لفظ

اپنے نظر انصاف کریں کیا اس کے سوا بھی قادریٰ ممکن کا چھدھاصل ہو گا۔ اور اہل نظر خدا کے نئے مولانا دریابادی اور عثمان فارقلیط سے بھی دریافت کریں کہ اے بزرگو! کیا اسی طرز فنکر اور انداز نظر کے حامل گروہ کے بارے میں آپ کو یہیں ظن ہے کہ یہ بخارے خاد میں اسلام ہیں، نمازی ہیں، دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کرتے پھر تے ہیں۔ یہاں ان حضرات کی تصحیح میں یہ بات آجاتی کہ قادریٰ ممکنین اسلام کی خدمت نہیں کرتے اس کی جڑیں مکھو دتے ہیں۔ اور دام سہر نگاہ زمین پچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کی عقبت خراب کرتے ہیں۔

پچھوڑ سے کرب

کرم فرمائے آجے تحریر فرمایا:-

”ہمارے انھی معنوں کی تائید امام راغبؑ الرحمہ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔“

آجے بڑھنے سے پہلے ایک بات سوچئے۔ امت میں سکرپٹوں مفسر گزارے ہیں۔ متفقہ میں کیا چاہوں تفسیریں موجود ہیں۔ صحابہؓ اور تابعین تکے منقول تفسیریں ناپید نہیں ہیں مگر ان سب میں خاتم النبیین کی جو تفسیر بیان یوں ہے اس سے تو موصوف کو کوئی دلچسپی نہیں۔ اس کا مطلق اقتدار نہیں۔ ایک ایسے بندوق کو فوراً ”علی الرحمہ“ کے الفاظ سے تعظیم دی کیا جو صرف عالم لغت ہیں اما تفسیر نہیں۔ ہر طبقہ اصطلاحاً نہیں کہی زبان کے لغات کا حقق ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ یہ حقق اس زبان کے شاہکار کی تفسیر دوسروں سے بہتر کر سکے گا۔ مگر ایک مفاد پرست اور بہت دھرم آدمی ہی اس تلاش میں رہا کرتا ہے کہ جہاں کہیں بھی اپنے کام کی کوئی بحث نہیں رکھتا کہ یہ حقق اس زبان کے شاہکار ہے۔

ایل علم جانتے ہیں امام راغب صفوہانی کی اینی کوئی تفسیر نہیں۔ ان کی ”مفردات“ کا تعلق لغات قرآنیہ سے ہے

بغثت کو بھی ناممکن کہا جا رہا ہے کیونکہ جو انبیا و حضور مسیحی عطا کریں وہ امتی ہی کہلائیں گے اور ان کی کوئی الگ شریعت نہیں ہوگی۔ ان کی بھی بغضنا، ابو جیان کے نزدیک آیت اور حدیث کی رو سے غیر ممکن ہے۔

اس کے بعد ابو جیان دلیل اور شال سے بھارتے ہیں کہ راغب سے غلطی ہوئی۔ ان کا نکالا ہوا مطلب آیت کی خوی ترکیب کے بھی سراسر خلاف ہے۔

اپل انہاف! اپ ہی کہیے۔ اس رو طیے کو سوائے بازیگری اور نظر بندی کے آخر کیا نام دیا جا سکتا ہے جس مفسر کی تفسیر سے ایک عبارت نقل کر رہے ہیں اس کی فی مدل مفصل تفسیر و توضیح کو کیمیر چھاگئے اور یہ بھی چھاگئے کہ امام راغب کا قول صاحب تفسیر نے تعلیط و تردید کیلئے ذکر کیا ہے اور بھرپور ادائی قویہ سے تعلیط کر بھی دھکائی ہے۔

دیسے تھیں کی جائے تو خود امام راغب بھی بالیقین اسی کے قائل ہیں کہ حضور پیر باب نبوت بند ہو چکا چنانچہ اپنی "فردات" میں وہ صفحہ ۱۴۲ پر لکھتے ہیں:-

"وَخَاتَمَ النَّبِيُّونَ لَا تَهْتَمِ الْجُنُوُنُ لَأَنَّهُ خَتَمَ النَّبِيُّونَ لَأَنَّهُ تَهْتَمُهَا بِمَجِيئَتِهِ۔"

(اور حضور خاتم النبیوں اس لئے ہیں کہ انہوں نبوت کو ختم کر دیا یعنی نبوت ان کی تشریف اوری سے تمام ہو گئی)۔

یہ ان کی اپنی معروف ترین تصنیف کی عبارت ہے جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ وہ بھی تمام انت کی طرح رکھنے والے طرح کی نبوت کا دروازہ بند کھتھتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر ہمیں کوئی فقرہ ان کے قلم سے ایسا انکل گیا ہے جس سے اسکے خلاف عقیدہ نکالا جاسکے تو ظاہر ہے کہ وہ ان کی تحریر کا نقش بجا جائے گا۔ یہ تصویر کیا جائے گا کہ اذرا و بشریت وہ اپنا مانی تفسیر ادا کریں میں الفاظ کا صحیح انتخاب نہ کر سکے۔ چنانچہ اپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ جس فرضیے ان کی عبارت نقل کی فسادی ظاہر کرنے کے لئے نقل کی نہ کر کہ تھیں و تائید کے لئے۔ اس کے باوجود اگر کوئی یورٹ لگائے جائے کہ امام راغب انسانگی

ترجمے میں اس وقت شامل ہو سکتا تھا حسب التبی ممکن بالغی کہا گیا ہوتا۔ ممکن کے بغیر تم سے "کس لفظ کا ترجیح ہوگی۔ اس اخفا فرنے والی معنی پیدا کر دیتے کہ امرت محمد قریب میں بھی بھی میتوثر ہوتے رہیں گے۔

یہ تو ترجیح کی خیانت ہوئی۔ اب دوسرا سکا گیری دیکھنے۔ کوئی بھی کتابی سچے کا قاری ہی بھے کا تصریح الحیط کے مصنفوں نے امام راغب کی عبارت بطور تصویب و تائید لکھی ہوئی۔ مگر اس بے چالے کو کسی خبر کرنا الحیط سے صفت ابو جیان اندری آیت زیرِ نذر کو کی تفسیر میں بھلے تو بیسوں سطروں میں وہی اکثر درایات نقل کرتے ہیں تھیں ہم نقل کر آئے ہیں اور آیت کا وہی مطلب بیان کرتے ہیں جو ہم کر آئے۔ اس کے بعد وہ بعض فلاسفہ کی ایک رائے کو حکایت نقل کر رہے ہیں اور اس کے بعد امام راغب کی مذکورہ عبارت کو اس مقصد سے شامل ہم ضمنوں کرتے ہیں کہ اس کی تردید و اور تعلیط کریں۔ چنانچہ ان کے الفاظ امام راغب کی راستے کے باسے میں یہ ہیں:-

فَإِسْلَامُ مِنْ جَهَنَّمَ الْمَعْنَى وَمِنْ جَهَنَّمَ الْخُوْ
یعنی یہ لام معنی کے اعتبار سے بھی فاسدہ اور سخوں لے اقتدار بھی اس کے بعد وہ معنوی خرابی کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"فَلَمَّا مَرَّ أَنَّهُ مِنْ نَّاسٍ الْمُرْسَلَةَ
انبیاءً وَلِطِيعَوْنَهُ وَهَذَا أَغْيَرُ ممْكَنِ لَادَنَهُ
قد أخبر تعالیٰ انَّهُ مُحَمَّداً أَهْوَ خَاتَمُ
النَّبِيُّونَ وَقَالَ سَوْلُ اللَّهِ الَّذِي لَدَنَبِيَ بَعْدَهُ
یعنی اس راستے سے لازم آتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں یا ان کے بعد ایسے انبیاء میتوثر ہوں
جو ان کی اطاعت کریں اور یہ غیر ممکن ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خبر فی چکا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ السلام نبوت ختم ہو چکا اور خود رسول اللہ علیہ السلام فرما دیا ہے
کہ میرے بعد کوئی بھی میتوثر ہوئے والا نہیں۔"
یہاں یہ بات بھی صاف ہے کہ غیر شرعاً اور امتی بھی کی

کھلیں گے ان پر کوئی نوٹ اور غم نہیں ہو گا۔
یہ آیت اور ترجمہ پیش کر کے فرمایا گیا ہے:-
”اس آیت کے سیاق میں خدا تعالیٰ نے سخن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو
قلیل کہہ کر کیا پڑا یاتِ دلائی ہیں اور اسی سلسلہ
میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ
آئندہ جب بھی تم میں سے رسول تھمارا پاس آئیں
تو تقویٰ اختیار کر کے اصلاح کرنے والے ہی کامیاب
ہوں گے۔“

قادیانی صاحب کی پیش تو نہیں چلا کہ آیت کے شروع میں
قل کا اضافہ کر کے نقل کرتے کیونکہ ان کا پہ اضافہ فوراً پڑا
جاتا۔ مگر آیت اور ترجمہ نقل کرنے کے بعد یہ دھوکا دینا چاہا
رہے ہیں کہ حقیقتِ اس آیت میں بھی شروع میں قل ہے۔
یعنی اللہ دربار ہے کہ اسے محمد ہمارے رسول! آپ لوگوں سے
کہد تجھے کہ تھارے پاس ہمارے رسول آئیں گے ان پر ایمان
لانا۔

اب اہل ایمان قرآن احتماً کرو رہا اعراف کھلیں۔
آیت ۲۸ سے اللہ تعالیٰ قل کہہ کر محمد پڑا یات کا آغاز کر
رہا ہے۔ یہ پڑا یات وہ ہیں جو رسول اللہ کو لوگوں کے آج
پیش کر دیتی ہیں۔ تیکن یہ پڑا یات آیت ۳۴ پر ختم ہو گئیں۔
اس کے بعد ۳۷ دو دنیں آیت یہ آتی ہے:-

”اور ہر رامت (فرقد - گروہ) کے لئے موت ہے
پھر جب ان کا وقت اجل آجاتا ہے تو را یہیک
پل آگے تجھے نہ کر سکیں گے۔“

صاف ظاہر ہے کہ یہ کوئی تشریعی پڑا یات نہیں ہے بلکہ
ہے۔ نہ ترغیب و تلقین ہے۔ یہ تو عبرت دلائے کے لئے
ایک مسلم قانون تکونی کی یاد رہائی کر ائی جائی ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ ان پڑا یات کا اسلام اس مقام کی حد
تاک پورا ہو گیا جن کے بارے میں اللہ نے رسول کو یقین
کرتے ہوئے قل کہہا تھا۔ اب آگے جاؤ یات آئیں گی وہ
اس قل کے تحت نہ ہوں گی۔ چنانچہ منقولہ بالا آیت

غلظی کا صد و رہم نہیں مانیں گے اور امام راغب تو یہی رائے
رکھتے تھے کہ حضور صر کے بعد انہیں میتوث ہوتے رہیں گے
تو ہمیں یہ کہنے میں مطلقاً تماں نہ ہو گا کہ وہ بھی خارج از اسلام
تھے لیکن انھیں خارج از اسلام ہم نے ہمیں کیا بلکہ ان قایا نیوں
نے کیا ہے جو ان کو ایک عقیدہ کفر کا حامل بتاتے ہیں۔

آج بڑھنے سے پہلے اوپر کی بحث کا خلاصہ اچھی طرح
ذہن شدیں کر لیجئے۔

(۱) قادیانی صاحب نے صحاہی سے لیکر آج تک کے تمام
تفسیرین کو نظر انداز کر کے اُن امام راغب کے ایک قول بوجوہ
آخرین ناچاراً جو تھیں مفسر بھی نہیں ہیں فقط امام الغوث میں
رد ۲۶، جس تفہیزِ الحیطہ سے امام راغب کا قول نقل کیا اُس سے
تفسیر کو بھی پس پشت ڈال دیا۔

(۲) یہ بھی چھپائے کہ جو تھیط کے صحفت نے امام راغب کا
قول تائید و حمایت کے لئے نہیں بلکہ سخت تردید اور تغییط
کے لئے بیان کیا ہے۔

(۳) امام راغب کی منقولہ عبارت کے ترجیح میں ایک لفظ
”تم سے“ بڑھادیا جس سے ان کا ترجمہ مغالطہ انگیز ہے۔
(۴) اس کی بھی پروانہیں کی کہ امام راغب اپنی تصنیف
”مفردات“ میں صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ حضور کی
وارد شدہ لفظ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی
تشریف آمدی نے سلسلہ نبوت کو تمام کر دیا۔ اب کوئی
بھی میتوث نہیں ہو گا۔

دوسری آیت

يَا أَيُّهُ الْأَنْبَاءِ إِذَا أَنْتُمْ مُّنْكَرٌ مُّرْسَلٌ مُّنْكَرٌ
يَقْهَتُونَ عَلَيْكُمْ أَمْ لَيْتَ قَمِنَ الْعَقْيَ وَأَصْلَمَتَ هَجَاجٌ
فَلَوْلَا خُوفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا هُمْ مُحْرِّقُونَ رَاءُ عَزْفٍ
”یعنی لے بنی آدم! جب بھی آئندہ تم میں سے
تمہارے پاس رسول آئیں گے جو تم پر برسی آیات
بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کر کے پنچ اصلاح

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ فَهُمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
قُرْآنَ الَّذِي يُعَزِّزُ بِهِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
شَجَرًا أَنْ كَلَامَ مِنْ شَكٍّ هُوَ جَوَاهِرٌ فِي تَحْمِيرٍ نَازِلٌ
كَيْا تَوَانَ لَوْلَوْنَ سَعَى بِوَچَهِ لَهُ جَوَشَنَّا تَهَا جَوَاهِرٌ
كَيْا خَوْدَ حَضُورٍ مُصْرِفُ اسْ قُرْآنَ مِنْ شَكٍّ هُوَ شَكَنَّا تَهَا جَوَاهِرٌ
جَرِيلَ الْأَكْرَدَرَءَ رَهِيَّهِنَّ ظَهِيلَيَّ بَاتَهِيَّهِنَّ كَظَاهِرَ أَخْطَابَ
حَضُورٍ سَعَى بِوَچَهِ لَهُ جَوَشَنَّا تَهَا جَوَاهِرٌ
يَا شَلَّا سُورَةَ مُهَمَّودَ مِنْ فَرَمَائِيَّا -
فَإِنْ تَمَّ مَسْتَحْسِنُ اللَّهِ فَلَعْلَمُهُ أَنَّمَا أَنْزَلَ
عِلْمَهُ اللَّهِ يَرِسَّ اسْ قُرْآنَ كَوَافِرَهُ مُهَمَّودَهُ
رَهِيَّنَّ تَوْجَانَ لَوْكَرَهُ خَدَاسَهُ حَمَكَسَهُ نَازِلَهُوَهُ
دِيَكَهُ يَسِيَّهُ اِيكَهُ بَيْنَ قَوَهُهُ لَيْكَهُ بِهِ طَكَرَهُ مِنْ خَطَابَ
رَسُولَ سَعَى بِهِ اُورَدَهُ سَرَهُ طَكَرَهُ مِنْ فَاعْلَمَهُ اِهْبَهُ
خَاطَبَ كَفَارَهُ بِنَاهِيَّا -
يَا شَلَّا سُورَةَ مُوْسَيُونَ مِنْ فَرَمَائِيَّا -
يَا يَاهِهَا الرَّسُولُ كَلَوَامِنَ الطَّبِيَّاتَ
اَلَّهُ رَسُولُ اِهَادَهُ سَبَبَ يَاهِيَّهُ مُهَمَّودَهُ -
يعْنِي پَهْلَى لَفْظَ سَعَى رَسُولُهُ تَكُونُ خَاطَبَ كَاهِيَّا لَيْكَهُ خَطَابَ
فِي الْاَصْلِ يَسَارَهُ اَنْسَانُونَ سَعَى خَاطَبَهُ مُهَمَّودَهُ -
بِچَنَّهُ كَيْدَانَتَهُ بِعَجَّهُ كَيْلَهُ بِعَطَّهُ بِعَجَّهُ اِيَّهَا اَسَيَّهُ اَذَّا طَلَقْتُمُهُ النَّسَاءَ -
لَيْ شَارَهُ شَالَوْنَهُ سَعَى هُمَّ نَهَرَهُ جَنَدَشَالَيِّينَ قُرْآنَ
سَعَى اَسَيَّهُ شَيَّشَهُ كَيْهُنَّ كَهُ قُرْآنَ كَاطَرَهُ خَطَابَ طَرَحَ سَعَى بِهِ
اوَرَهُ شَخْصَ جَاهِلَهُ سَعَى جَوَاهِرَهُ كَهُنَّ سَجَّهَنَّ - تَادِيَانَ
صَاحَبَهُ يَهِسَدَلَهُ فَرَاءَهُ سَعَى كَيْوَنَكَهُ مَاقِيلَهُ كَچَهَ آتِيَونَ
مِنَ اللَّهِ نَلَقْتَهُ قَلَّ كَهُهُ كَهُ حَضُورٍ مُصْرِفُ اسْ خَطَابَ كَيْا يَاهِيَّهُ اَهِنَّا
اَسَعَهُ بَعْدَكَ آيَتَهُ كَوَافِرَهُ مُهَمَّودَهُ سَعَى خَاطَبَتَ پَرَحَمُولَهُ كَاهِيَّهُ
جَاهَهُ كَاهِيَّهُ اَوَرَهُ كَاهِيَّهُ اَمَشَلَهُ مِنْ دِيَكَهُ اَمْعَدَهُ آيَتَهُ
تَوَرَهُيَّهُ چَيَّهُنَّ اِيكَهُ بَيْنَ تَكَهُ اِيكَهُ بَيْنَ فَرَسَهُ
مِنَ اللَّهِ شَدَّهُ اَوَلَمْعَتَهُ خَاطَبَ بَنَالِيَّاتَهُ سَعَى اوَرَهُ اَيَا بَهِيَّهُ بِهِتَهُ
كَهُ خَطَابَ ظَاهِرَهُ گَسِيَّ سَعَى سَيِّهِنَّ خَاطَبَ حَقِيقَتَهُ كَوَافِرَهُ
اوَرَهُ سَعَى - تَادِيَانَ صَاحَبَهُ كَاسَارَ اَقْصَرَ اَسْتَدَلَالَ اَسَيَّ

يَا بَنْتَنِي اَدَمَكَهُ اَعْزَارَهُ مِنْ قَلَّ نَهَيَنَ - اَسَ آيَتَهُ مِنْ جَوَاهِرَهُ
مَضْمُونَ بِيَانَهُ مِنْ اسَهُ كَيْ اَسَهُ بِهِنَّ اللَّهِيَّ نَهَيَنَ فِرَمَ
رَهَا كَهُ اَسَهُ رَسُولُهُ مُصْرِفُ مَضْمُونَ سَعَى بَاخِرَهُ دَوَهُ اَسَهُ
بِجَاهَهُ اَسَهُ حَكَاهَتَهُ اَسَهُ خَطَابَهُ كَهُ اللَّهِيَّ نَهَيَنَ اَعْزَارَهُ
عَالَمَ مِنْ بَنِي اَنْوَاعِ اَنْسَانِي سَعَى فَرِيَاتَهُ - چَانِچَهُ
سُورَةَ بَقَرَهُ كَيْ ۲۳ وَيَسَ آيَتَهُ مِنْ بَيْنِ بَاتَهُ اَسَهُ مَوْقِسَهُ پَرَهُ
مَذَكُورَهُ سَعَى جَبَ اللَّهِيَّ اَدَمَ دَوَهُ اَكُوكَمَ دَيَّا تَحَارَ جَهَادَهُيَهَانَ -
فَتَرَ آنَ كَاهِنَنَ طَالِعَمَ نَهَيَنَ جَانِشَاكَهُ اللَّهِيَّ تَعَالَى مَتَّعَدَهُ
قَصْمُونَ كَهُ اَجْزَاءَ كَهُيَّ كَهُيَّ جَلَدَهُ بَرَاهِيَّهُ اَسَهُ قُرْآنَ كَوَافِرَهُ كَتَاهُ
نهَيَنَ جَوَاهِلَهُ كَلَّهُ كَهُ تَرِبَتَابَلَوْنَ كَيْ طَحَقَهُرَسَتَهُ ضَامِنَهُ مَهْتَمَيَّهُ
بَهُوا وَرَهُهُ مَضْمُونَ خَاصَ عَنْوَانَ كَهُ تَحْتَ خَاصَ صَفَحَاتَهُنَّ - اَنَّ
كَيْا گَيَّا ہَوَ -

پَھَرَ اَهِلَّهُمَ يَهُ بَھِي سُوچِنَ سِيَکَرَهُوںَ قَدِيمَ وَجَدِيدَ مَفَسِرَهُ
مِنْ جَوَاهِرَهُنَ - کَيْا اَنَّهُنَ مِنْ سَعَى اِيكَهُ بَھِي مَسْتَدَنَهُ مَفَسِرَالِسَابِهِنَّ نَهَيَنَ
وَهُ تَقْسِيرَتَهُ بِهِنَّ قَادِيَانَيَنَ صَاحَبَهُ كَرَهَهُنَ اَوَهُ
يَقِيَّنَهُنَّ نَهَيَنَ تَوَدَهُ بَاتَوْنَهُنَ مِنْ سَعَى اَيَّهَا ہَوَتَهُ - يَاتِيَّهُ كَقُرْآنَ
لَوَهُلَّی بَارَصَرَتَهُ قَادِيَانَیوْنَ نَتَسْجِمَهُ اَوَرَکَسِیَ نَتَسْجِمَهُ اَنَّ سَعَى
ہَبَلَهُنَّ سَجَّهَا یَا يَهِیَّهُ كَهُ قَادِيَانَیَهُ اَسَهُ اَسَنَهُ خَيَالَاتَ قُرْآنَهُنَ ڈَالَ
ہَبَلَهُنَ - سَهَلَیَّهُ بَھَانَیَّهُ اَچَھِی طَرَحَ شَمِیَّهُلَهُنَ کَهُ قُرْآنَ تَسْتَنِیَّ
خَطَابَهُ بَهُتَ قَسِیَّنَهُنَ اَوَشَلَّا دِیَکَهُنَ - سُورَهُ اَحْزَابَهُنَ مِنْ
سَنِرَمَالَیَّا -

يَا يَهَا اَسَيَّهُ اَقْتَلَ اللَّهَ وَلَا تَنْهِيَّهُ الْكَافِرِيَّنَ -

اَسَنِيَّهُ اَقْتَلَهُ سَعَى طَرَدَ اَوَرَکَافِرَهُنَیَّ کَفَرَانِدَارِیَّهُتَهُ
مَلَاحِظَهُ سَعَى - کَيْا رَسُولُ اللَّهِ نَعُوذُ بِاللهِ اَللَّهِ سَعَى نَهَيَنَ
رَتَهُ تَهُهُ اَوَرَکَافِرَهُنَ کَی اَطَاعَتَهُ فَرَاتَهُ تَهُهُ -؟ صَافَ
مَاهِرَهُنَ کَهُنَّ اسَهُ کَبَادِجَوَادَالِلَّهَانَ سَعَى اِسَاسَکَهُهُ بَهَهُنَ
مَعْلَومَهُوَکَهُ خَطَابَ فِي التَّحْقِيقَتَهُ اَنَّ سَعَى نَهَيَنَ اَمَتَهُ سَعَى
ہَبَلَهُنَ کَهُرَہُرَہُ خَيْرَعَصُومَهُنَ - گَناَهُ کَرَسَکَتَهُ بَهَهُنَ
وَنَجَ سَکَنَاهُنَ - مَگَاهُ بَوْسَکَتَهُنَ اَهِنَّا صَرَفَ حَضُورُهُنَیَّ کَهُ اسَهُ
لَمَابَسَکَتَهُنَ خَارِجَهُنَ بَاتِیَّهُرَ فَرِدَ اَمَتَهُ دَاخِلَهُ -
يَا شَلَّا سُورَهُ لَوْنَ مِنْ حَضُورَهُ سَعَى خَطَابَ کَی اَیَّا -

میں موجود ہیں اور ان کے بعد کے لوگوں کو بھی۔

یہ ہے سیوطی کا پورا کلام۔ وہ یہ بتا رہے ہیں کہ جس خطاب عموماً اسی سے ہوا اکرتا ہے جو موجود ہوتا ہے خطاب کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ کسی موجود سے خطاب کرتے کرتے معدوم لوگوں سے خطاب ہو جائے۔ جیسے ”اے آدم کی اولاد“ کہہ کر اللہ تعالیٰ زمانہ خطاب کے لوگوں کو بھی اور مستقبل کے افراد کو بھی مخاطب بنالیتا ہے۔

گویا سیوطی عنی کسی خاص آیت کی تفسیر نہیں کی بلکہ ایک اعدہ بیان کی اور اس کی مثال میں ”یا بخشی آدم“ کے الفاظ پیش کئے جو کسی ایک آیت میں نہیں بلکہ سورہ اعراف کی چار آیتوں میں اور سورہ آیس میں بھی آتے ہیں۔ سورہ کیس کو دیکھتے اس میں فرمایا گیا ہے:-

الْأَمَّا أَعْهَدَ إِلَيْكُمْ لِيَبْخَى أَذَمَ الْأَعْدَاد
الشَّيْطَنُ إِنَّهُ لَكُمْ عَذَّلٌ مُّذِيقٌ وَّأَنِ
إِعْدَادٌ وَّنِي (آیت ۶۰) کیا اے اولاد آدم میں
تم سے نہ کہہ رکھا تھا کہ شیطان کے پھاری مت
بناؤ تھمار اکھلا دشمن ہے اور یہ کہ سسری ہی
عبادت کرنا۔

آیت حضور ہی کے زمانے میں نازل ہو رہی ہے اور حضور سے قبل کی سیکڑوں آیتوں اور قویں ناپید ہو چکی ہیں مگر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس خطاب میں داخل نہیں ہے۔ قرآن ہی بتا رہا ہے کہ اللہ نے حضرت آدم ہی کے زمانے میں ہدایت کر دی تھی کہ شیطان کا کہاارت ماننا میرے ہی احکام پر چلنا ورنہ بڑی سخت سزا ملے گی۔ اسی ہدایت کی یادداہی کے لئے بے شمار تغییرات نازل کئے جاتے رہے جو نزول قرآن کے وقت موجود نہیں ہیں۔

اسی طرح اس آیت میں غور فرمائیجے جو قادیانی صنایع پیش کر رہے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں حضور کے زمانے والوں اور ان کے بعد والوں سے خطاب ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا پھر اسے زمانے والوں کو اللہ نے یہی ہدایت نہیں دی تھی۔ اگر دی تھی تو وہ اس خطاب میں کیسے

مفروضے پر کھڑا احتاکہ یہ رسولوں کو بھیجنے کی بات اللہ نے رسول اللہ سے کہی ہے۔ جب یہ بنیاد ہو ای شابت ہوئی تو قصر آپ سے آپ ہوا میں تخلیل ہو گیا۔

بحوث اور تبلیغ مکر

آج کھٹے ہیں:-

”اَنَّمَا بِلَالَ الدِّينِ بِرْ طَلِی اِسْ کَلْفَسِرِینْ فَرْمَاتِ ہیں:-
بُنِیَ آدَمَ کَمَ اَفَاقَ اَنَّهُ مَنْ سَخَطَ اِسْ زَمَانَهُ اَوْ لَعْنَهُ
کَمَ لَوْگُوںَ سَمَّےَ وَ تَفْسِیرِ تَقَانَ۔ جَلَدَ صَفَرَ
جَلَلَ یَہُ ہے کَمَ تَقَانَ“ کوئی تفسیر نہیں بلکہ قرآنی علم و
فون کی کتاب ہے۔ اس کا پورا نام اے اللاقان فی حلوم
القرآن۔ اے ”تفسیر“ کہنا اصطلاحات سے ناواقفیت کا
بھونڈا مظاہر ہے۔

بحوث یہ ہے کہ سیوطی کے قول کو کسی خاص آیت کی تفسیر اور دید یا گیا حالانکہ تفسیر نہیں فرمائے ہیں بلکہ اصولی تفسیر بیان کر رہے ہیں تفسیر آیات ان کا ہم خنوع ہے ہی لہیں۔

مکر یہ ہے کہ جو کچھ سیوطی نے یہاں لکھا اس کا حضن ایک مکڑا قادیانی صہابے نقل کر دیا پوری بات نہیں نقل کی درست فرم زحلتا۔ صورت یہ ہے کہ قرآن میں اللہ نے خطاب کے جو لوگوں طریقے استعمال فرمائے ہیں انہی وضاحت کے لئے سیوطی نے عنوان فاتح کیا:-

النَّوْعُ الصَّادِيُّ وَالخَمْسُونُ فِي جَمِيعِ مَعَاطِبِهِ
اس کے بعد قسم الرابع والشانرون کا عنوان دے کر
فرماتے ہیں:-

خطاب المعدود وَصَحْدَلَ لِكَ تَبَعَّا مَوْجِدٍ
نَحْنُ يَا بَنِي آدَمَ رَفَانَهُ خطاب لِأَهْلِ ذَلِكَ
الزَّمَانِ وَنَكَلَ مَنْ بَعْدَهُمْ وَخَطَابُكِ
۳۲۷ وَنِيمَ یَہُ ہے کہ موجود کے ضمن میں کسی غیر موجود کو خطاب کیا گیا ہے۔ جیسے یا بخشی آدم کہہ کر ان لوگوں کو بھی مخاطب بنایا جائے جو زمانہ خطاب

پیش کردہ آیت میں حنفیوں کے بعد مسیوٹ ہونے والے رسول کی خبر ہے تو یہ بھی خبر ہے کہ یہ رسول اللہؐ کی آیات لوگوں کو سنائیں گے۔ اب اگر ان آیات سے مراد یہی قرآنی آیات لیتے ہیں تو پھر زاغلام احمد ہمی کی کیا خصوصیت ہوئی۔ یہ آیات تولاکھوں حفاظاً نہزادوں علماء اور عقليین اور صحفیین و مقررین خلق خدا کو سناتے آ رہے ہیں اور سناتے جائیں گے۔ اس کام کے لئے کسی بھی کی ضرورت کیا ہوئی۔ اور اگر آیات سے خدا کا کوئی نیا کلام مقصود ہے تو صاف کہیئے کہ مزاعماً احمد نے کوئی نیا کلام اکبی خلوق کو سنایا ہے۔

غرض آیت کا منشار اگر بقول قادریانی یہ سمجھ لیا جائے کہ امرت محمدی میں انہیاً مسیوٹ ہو اکریں گے تو اس کا لازمی مطلب جہاں یہ ہے کہ تمیں پاروں والا قرآن مکمل نہیں ہے بلکہ اس میں آیات الہمہ کا اضافہ ہوتا رہے گا وہاں لازماً یہ بھی مطلب ہے کہ اسلامی شریعت کی بھی وقت مکمل نہیں ہو گی بلکہ نئی آیات تو اللہ تعالیٰ انہی ہدایات ہی کیلئے نازل کیا کرتا ہے اور نئی ہدایات ہی کا مطلب ہے، موجودہ شریعت میں حذف و اضافہ۔ گویا یہ دعویٰ بھی خص جھوٹ اور بلکہ امیز شابت ہو کہ قادریانی حضرات صرف غیرشریعی بیوں کے قائل ہیں۔ ایسے نئے انہیاً کی بعثت کا عقیدہ رکھنا جو نئی آیات الہمہ نہیں بلکہ ایسی تشریعی نبوت کا عقیدہ رکھنا ہے ورنہ آیات کا کوئی مصرف ہی نہیں رہتا۔

فرسکاری کی دلیلین

پیش نظر کتابچہ در اصل مولانا مودودی کے رسالہ "حتم نبوۃ" پر تبصرہ ہے۔ یہ رسالہ فی المعرفت و فی التہذیب ہے جو مولانا نے تفہیم القرآن جلد چہارم میں سورہ احزاب کے ساتھ لکھا دیا ہے اور آج ہر شخص اسے بہترینی دیکھ سکتا ہے قاریانی چشم۔ اس پر تبصرہ فرماتے ہیں تو ظاہر ہے پڑھ کر ہی فریا رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ اسی "رسالہ" میں مولانا مودودی نے دیگر اکابر کی آراء کو نقل کرتے ہوئے امام سیوطی کا ارشاد بھی ان کی مشہور تفسیر جلالیں سے نقل کیا ہے جو یہ ہے:-

شامل ہو سکتے ہیں جب کہ دنیا میں اب اخیں آنے نہیں۔ اضطر بات ہے کہ یہ آیت آغاز انسانی ہی کے دور کی حکایت ہے۔ اس وقت یا بسی آدم کے جو بدایت فرمادی گئی وہ اس زمانے کے لئے بھی تھی اور آئندے زمانے کیلئے بھی۔ تمام اچھی امتیں اس کا مخاطب بن گئیں یہاں تک کہ آخری پیغمبرؐ کیا اور اعلان کر دیا گیا کہ الیم الکمل تکم دینکم۔ کہہ دیا گیا تکہ اس پیغمبر پر انہیاً کی بعثت ختم ہے۔ اب قیامت تک کوئی نیادیں، نیا بھی نہیں آئے گا۔

اور ایک بات دیکھیجئے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ "میرے رسول تھیں میری آیات نہیں گے"۔ پھر جو شخص جاتا ہے کہ "آیت" وہ کلام کہلاتا ہے جو حرفاً حرفاً اللہ تعالیٰ کا ہو۔ رسولؐ تک کے کلام کو "آیت" نہیں کہہ سکتے۔ آیات اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر پر اس لئے نازل کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ بنروں کو وہ ہر آیات پہنچاتے جن سے وہ بے خبر ہیں۔ تھجھے انہیاً پر اس نے آیات نازل کیں۔ بلکہ یہ آیات و تھنی تھیں ہیں اُن تی حفاظت کا انتظام نہیں کیا گیا۔ جب ایک ہی بھی کی بعثت پر مدت گذر جاتی اور اس پر نازل شدہ آیات بدل سدل جاتیں یا مکم ہو جاتیں یا انہیں اللہ کو حذف و اضافہ مقصود ہوتا تو مزید پیغمبر مسیوٹ ہوتا۔ دیتے نیزہ پیغمبر مقامی تھے آفاقی نہیں تھے۔ جس جس علاقے میں پیغمبر مسیوٹ کئے گئے وہاں وہاں کی زبان میں آیات آتی رہیں۔ اس آیات ہی کے مضامین کا نام شرعاً تھا۔ آخر کار بندوں کی تحریت کا دور تھا ہو اور ایک آخر بھی جامع مانع شریعت کے ساتھ بھیجا گیا۔ یہ مقامی تھیں تھا آفاقی تھا۔ اعلان کر دیا گیا کہ آج سے دین مکمل ہو گیا۔ تیکت تک اسی پر چلنی ہے۔ اس دین کی کتاب خاتم بھی تھیں ہوں سکتی۔ اس کی حفاظت ہم لئے ذمہ لئتے ہیں۔

اس طرح اس وجہ مبتلو کا سلسلہ بندگر دیا گیا جسے مطلاع میں "آیات" کا نام دیا جاتا ہے۔ کوئی سوال ہی پسیدا نہیں ہوتا کہ آیات قرآنی میں جن کا دوسرا نام آیات الہمہ ہے اضافہ ہو۔ اہنذا قادریانی صاحب سے کوئی پوچھئے کہ الگ انہی

کو حرف شک سمجھا جاتا ہے۔ اب اسی سلسلے میں قاضی بیضاوی نے تحریر فرمایا:-

”شُرُطٌ ذِكْرٌ هُنْجَفٌ الشُّكُّ لِلتَّبَنِيَّةِ عَلَىٰ“

آن ایمان الرَّسُولِ جَاءَنَّا غَيْرُ واجِبٍ كَمَا

ظنِّهِ أَهْلُ التَّعْلِيمِ“

یہ ہے وہ عبارت جس کا سراور پیر کا ط کر قادیانی صنعت نے تیج کا دھنٹل لیا ہے۔ بیضاوی بتایا رہے ہیں کہ آخر اللہ نے حرف شک اماماً کیوں استعمال کیا۔ اس کی عکت ان کے نزدیک یہ ہے کہ رسولوں کو برائی بھیجتے رہنا اللہ پر واجب نہ تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ صرف جائز تھا۔ یعنی وہ رسولوں کو نہ بھیجتا جب بھی اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ اس پر قادر تھا کہ بلاشبھ تو سط کے براہ راست بندوں کو مخاطب کر لے وہ یہ بھی کہ سکتا تھا کہ اپنا کلام مرتب شکل میں کسی پہاڑ پر یا سی میدان ہیں یا کسی انسان کے گھر اتارتے۔ یہ بھی اس کے قبضہ قدرت میں تھا کہ اس کے احکام فضائے آسمانی میں لکھنے نظر آئیں۔ کوئی بھی صورت وہ اختیار فریاسکتا تھا۔ اس نے انبیاء بھیجنے کی صورت اختیار فرمائی یہ بھی بھیک ہے، اس کا بھی جواز مسلم ہے۔ وہ آقہ ہے جو چاہئے کہے اسے کون روک سکتا ہے یا اس پر یہ اعتراض کون کر سکتا کہ انہیما کیوں نہیں بھیجے فلاں شکل میں اختیار کی۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک لطیف تفسیری نکتہ ہے جسے لفظ اماماً کی تاویل و توجیہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کا مطلائق تعلق اس بحث سے ہے جسی نہیں جس سے قادیانی صنعت نے دیدہ و داشتہ اسے جوڑ دیا ہے۔ بیضاوی میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جس سے یہ اشارہ تک نکلا ہو کہ گفتگو رسول اللہ کے بعد بہوت کے جواز و عدم جواز کی ہو رہی ہے، استغفار اللہ۔ گفتگو اس پورے سلسلہ انبیاء کی ہے جس کا آغاز حضرت آدمؑ سے اور اختتام رسول اللہؐ پر ہوتا ہے۔ کوئی شخص بھولے سے وہ مطلب نکال بیٹھے جو صوف نے نکالا ہے یہ ممکن ہی نہیں۔ یہ تو سوچی بھی تحریف کلام

وَكَانَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمَا۔ یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آخر حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں اور عینی جب نازل ہوں گے تو اپنے کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے (رسن ۷۸)

قادیانی تھوڑے نگار کھلی انہیوں سے سیوطی کا چھاف صاف بیان دیکھتے ہیں میکن کافیوں پر جو نہیں رہتی۔ جدائے دیانت کے بد دیانتی کرتے ہیں کہ سیوطی ہی کی ایک عبارت ہے ان کے تھیڈے اور رائے کے بر عکس مطلب برآمد فرمائے ہیں اور یہ عبارت اگر چہ ان کی تفسیر میں نہیں ہے مگر وہ ہو کا رئیس کے لئے افغان کو تفسیر بھی کھدیتے ہیں۔ کیا یہ دجل و فریب سوا بھی چھے ہے۔

مزید چالیازی

اسی آیت کے تحت قادیانی صنعت نے لکھا:-

”عَلَمَهُ بِيَضَّاَوِي اَسَّىٰ تَفْسِيرِي مِنْ لَكَھَتِهِنِ اِيتَانِ

الرَّسُولِ اَمْرَجَانَّاً غَيْرَ واجِبٍ كَمَا جَبَ كَرِسْلَوُنَ كَا

آنَا جَاءَنَّا بِعِينِي مُمْكِنٌ ہے واجِبٌ بِعِينِ ضَرُورِيِّهِ“

یہ کم بھی بھی تو سمجھا کرتے تھے کہ قادیانی مبلغ علمی و کم فرمی کی بناء پر غلط فرمی کا شرکار ہو جاتے ہوں گے اور نادانست غلطی کر بیٹھتے ہوں گے لیکن حقیقت نے ثابت کیا کہ نادانستہ نہیں۔ جان بوچھ کر پوری عمارتی کے ساتھیہ دھوکا دہی کی جاتی ہے اور بزرگوں کی واضح ترین عبارات کو قصداً تو مرد و کراپنے مفید مطلب بنانا ان کا شعوری مشغلہ اور نہ ہی پیشیہ ہے۔

ذرا بیضاوی اٹھائے۔ آیت میں دجوہ بھی نقل ملکی (اماً) کا لفظ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ”آخر“۔ ہم لوگ مثلًا جب کہتے ہیں کہ:-

”مگر میں تھارے یہاں آتا تو مجھے شریت پلانا۔“

تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ میرا آنا تھارے یہاں ممکن اور متو قع ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ میں ضرور ہی آخر اور مگا گو یا میرے آنے کی حد تک بات لقینی نہیں مشکوک ہے۔ احتمال ہے کہ نہ بھی آخر۔ اسی لئے عربی میں حرف اماماً

صفاقی معاملات جسیا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس نے معاملات کی صفاقی کے شرعاً طور طین بیان فرمائے ہیں۔ بڑے کام کار سالہ ہے۔ قیمت صرف ۶۰ ہے مسخر کیا ہے؟ مولانا محمد طیب صاحب نعم الدین بعد نازل ہونا اس ختم نبوت میں واضح نہیں ہے میکونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔ (جلد عکاظ ص ۱۶۷)

جمال مصطفیٰ قیمت جملہ ۲۰۰۰ اور ذریغی کی نعمتوں کا دلکش تجویز۔

مکتب تخلیٰ - (دیوبندی پیپری)

اور مقاطعہ انگلیزی ہے۔ ثبوت مزید لمحہ مولانا محمود دریٰ کے "رسالہ" میں سیفیادی کا عقیدہ بھی نقل ہے۔ وہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں :-
— "یعنی آپ انہیں سب سے آخری نہیں۔ جس نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا۔ جس سے انہیں کس سلسلے پر تمہارے گئی اور علیہ علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا اس ختم نبوت میں واضح نہیں ہے میکونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔" (جلد عکاظ ص ۱۶۷)

کیا اس اعقاباًس کو طڑھ لئے کے بعد بھی کوئی باضمیلہ دریافت اور ادمی مقاضی ویکٹا کی تھنچر تفسیر بضادی سے ایک علت اٹھا کر ان کے سری یہ رائے مژہ ختنہ کی کوشش کر سکتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد رسولوں کا آنا جائز ہے۔
دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا

سرمهہ درست بحث کی چن راجہنسیان

مغل برائے

حکیم انج۔ آر۔ خانصاحب جامع مسجد
سلطان پور
حکیم سید محمود صاحب "دارالشفاء"
باندہ مدنظری۔

نذریہ بلڈ پور ۴۹ شریعتی کین ہائی روڈ

ویچے واڑہ
محمدیہ بلڈ پور اسلام پبلیک روڈ

ٹھہری (دھفاروار)

جمیل بکر ماؤں بھانڈی داربیس

لکھیم پور ہمیری
یامین بلڈ پور جامع مسجد۔

کلکتہ ۱

ہیمن سن۔ ۸۷ کو لوٹو لہ استریٹ۔
جیدر آباد
فیمس پر غیری سینٹر نزد مسجد بھلی کمان
گونڈہ

سمجع اللہ صاحب۔ کتبخانہ عبدیہ چوک
لظام آباد
اسپورٹ سینٹر نزد روپوئے اسٹیشن۔

بھوپال
محمد حسین ایجنسی ہمدرد (دواخانہ ابریم پور)
بہراچ

سید سالم احمد نورانی دواخانہ۔

کانپور
محمد سالم ایسٹ کو چمن گنج۔

صلی اللہ علیہ وسلم

تفہیم القرآن۔ سے فارسی پڑکر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اب تنظیم الشان خدمت انعام ترے
دے رہے ہیں کہ اس تھیم تفسیر میں سیرت نبوی پر جو صحیح آئی ہے اسے الگ کرو کے ایک بولٹی
میں پروردیں۔ لاطی کو تفصیل طکری کرنے کے لئے انھوں نے صد بار قرآن نئے تالیف کئے ہیں جو قرآن
کے ان درجاتے شہروار کو منظم اور مرتب کئے ہیں۔ ہم ان میں سے چند اور اق پیش کرو ہے
ہیں۔ اشارہ التدرییہ مبارک سلسلہ برادر جاری رہے گا۔ (ادارہ)

کے لئے آئیں کوئی تجھہ نہ رہے۔ دعوت کے وقت سب قافلے
ذالے کے نگر حضور کو آپ کی نعمتی کے باعث اپنے پڑاود
میں چھوڑ گئے۔ بحیری نے کہا کیا سب لوگ آگئے ہیں؟ لوگوں
نے کہا بس ایک کم سن لڑکا ہے جسے ہم اپنے سامان کے ساتھ
اپنے پڑاود میں چھوڑ آئے ہیں۔ اس نے کہا ہمیں اسے بھی بلاؤ
قریش میں سے ایک آدمی نے کھلالات و غریبی کی قسم یہ ہمارے
لئے بری بات ہو گی کہ محمد ہمارے ساتھ کھانے میں شریک
نہ ہوں۔ چنانچہ دیکھا اور آئی کوئے آیا۔ آئے کے بعد
بحیری آٹھ کو پڑے غور سے دیکھتا ہوا اور آٹھ کے بُشترے کا جائزہ
لیتا ہوا۔ ٹھانے کے بعد وہ آپ کے پاس آیا اور کہا "میان اٹھ کے
میں تم کو لات و غریبی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو صحیح میں
لو حجھوں اس کا جواب دو۔" حضور نے فرمایا "تجھے لات و غریبی
کی قسم نہ دو۔ میں ان سے بڑھ کر کسی چیز سے بغرض نہیں رکھتا۔"
اس نے کہا "اچھا تو اللہ کے واسطے مجھے اُن باتوں کا جواب
دو جو میں پوچھوں۔" آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔ اس کے
بعد اس نے آپ کی حالات، آپ کی نین، آپ کی ہدایت اور

سفرشام اور بحیری را ہبک کا واقعہ

ایک مرتبہ ابوطالب ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام
جانسکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ایک
روایت کے مطابق ۹ سال اور دو سو سالی رداشت کی زدے سے
۱۲ سال تھی اور یہی دوسری رداشت تھی ہے۔ جب ابوطالب
طنے گئے تو حضور مسیح سے پیٹ گئے اور (ابن سعد کی روایت
کے مطابق) آپ نے ان سے کہا "چاجان، آپ مجھے کس پر
چھوڑے جا رہے ہیں، میری نیما ہے نہ باپ جو میری دل کی وجہ
بچال کر رہے ہیں" اس پر ابوطالب المشرب کا دل پھل گیا اور انھوں نے
کہا "خد اکی قسم میں مدار سے جلا کر دن گانہ اس سے جدا ہوں گا۔
یہ سرے ساتھ جائے گا۔" یہ قافلہ جیشام کے علاقے میں بصری
ہنخا اور بحیری (یا بحیرا)، را ہبک چومنے کے پاس پھر ا تو
اپنے معیل کے خلاف بحیری نکل کر آیا، خالانکہ وہ کبھی کسی قافلے
کے لئے اپنے چومنے سے نہ نکلا تھا۔ اس نے اس سارے
قافلے کے لئے گھانا پکڑا اور دعوت دی کہ سب لوگ ٹھانے

قرآن کے شیرخ نے پوچھا کہ یہ تجھیں کسیے معلوم ہوا؟
بھیری نے کہا کہ "جب تم گھانٹ سے گزر کر اس طرف آئے تو
کوئی درخت اور پھر اسیانہ تھا جو سجدہ نہ کر رہا ہے، اور یہ ایک
نبی کے سوا کسی کے لئے نہیں جھکتے۔ آجے چل کر اس روایت
میں یہ ہے کہ ابوطالبؓ اُس کے اصرار پر حضورؐ گوہیں سے
اویکرؓ اور بلالؓ کے ساتھ مکہ و اپنی مساجد پر زور دیا۔ اسی طرح ترمذیؓ
حاکم اور ابن عساکر نے بھی یہ قصہ نقل کیا ہے۔

لیکن اول تو خود اس حدیث میں یہ عجیب بات بیان
کی گئی ہے کہ حضورؐ کو حضرت ابویکرؓ اور حضرت بلالؓ کے
ساتھ مکہ و اپنی مساجد پر زور دیا۔ حالانکہ جب حضورؐ ۱۲ برس کے تھے
تو حضرت ابویکرؓ اس وقت اُبرس کے پوں گے اور
حضرت بلالؓ کی عمر اس سے بھی کم ہو گی۔ بات کیسے کہجے
میں آسکتی ہے کہ حفاظت کے لئے آپؐ کو خود آپؐ سے چھوٹے
لڑکوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ پھر حضرت بلالؓ اس وقت نہ
حضرت ابویکرؓ پر زور دا بستہ تھے نہ بنی عبدالمطلبؓ ان کا
کوئی واسطہ تھا کہ ابوطالبؓ ان سے کوئی خدمت لے سکتے
لیکن سب سے بڑی بات جس کی بناء پر نہ صرف یہ روایت
بلکہ وہ تمام روایات جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کے
سامنے کسی نے آپؐ کو رسولؐ یا نبی ہونے کی پیشیں گوئی کی تھی
اس بنا پر قابل تسبیح نہیں ہیں کہ وہ صریح قرآنؐ کیخلاف
ہیں اور حضورؐ کی رسالت کے بعد کے متواتر اور کثیر مشہور
و اتفاقات کے بھی خلاف پڑتی ہیں۔ قرآنؐ میں فرمایا گیا ہے:-
وَمَا كَفِتْتَ تَدْرِيْمِيْ ما كَتَبْتَ تَمْ نَهْيِنْ جَانِتَ تَحْكِيمَ
وَلَأَنَّ الْإِيمَانَ رَالْشُّورِيْ (۵۷) ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ زیان کیا ہوتا
یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی التبوت ہیں کہ نبوت
کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپؐ اس بات سے بالکل
بنے خبر تھے کہ آپؐ نبی بنتے جانے والے ہیں۔ یہی چھد ان
روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ

درود سے امور کے متعلق دریافت کیا اور آپؐ جواب دیتے
رہے پھر وہ آپؐ کے گرد پھر کرآ پے صحیت کا جائزہ لیتا رہا۔ اس
کے بعد ابوطالبؓ نے اس نے پوچھا کہ یہ آپؐ کا کون ہے؟ انھوں
نے کہا ہمیرا بیٹا ہے۔ بھیری نے کہا اس لئے کہا باب زندہ
نہیں ہو سکتا۔ ابوطالبؓ نے کہا یہیں پر اجتیحاد ہے۔ اس نے کہا
اس کے باپ کو کیا ہوا؟ ۱۰ ابوطالبؓ نے جواب دیا ایسا بھی طین ماذ
میں تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کہا تم نے
تھج کہا۔ پھر بھیری نے کہا "اپنے چھتیجے کو اپنے وطن واپس لیجاؤ۔
اور یہ یہودیوں سے اس کو بچاؤ۔ واللہ اگر انھوں نے اس کو دیکھ
کر وہ باتیں بیجان لیں جو میں نے پہچانی ہیں تو وہ اس کے ساتھ
کوئی شرارت کریں گے۔ کیونکہ تھارا یہ بھتیجا طریقہ عظیم
تھیں تھیں کا مالک ہے۔" چنانچہ ابوطالبؓ نے جلدی جلدی
اپنے تجارتی کام انجام دیا اور آپؐ کو لے کر واپس چل گئے۔
یہ وادعہ ہے جس پر مستشرقین نے بہت سے قیامت
کی عمارت اٹھائی ہے اور ان علم کو جو بعد میں رسولؐ ہونے
کے بعد آپؐ سے ظاہر ہوتے عیسائی را یہودی سے مصالحتہ معلوٰت
فرزاد دیا ہے۔ اس پر مزید خود ہمارے یہاں کی بعض روایات
بھی رسمی ہیں جو ایک حد تک ان قیامت کو تقویت پختیا
ہیں۔ دراصل یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ ایک زبانہ
ترنضیح آدمی جس نے جاہروں سے اپنی روحانی قوتوں کو
شوونڈا دیا ہے، کچھ غیر محظی برکات کے آثار دیکھ کر حسوس
کر لے کہ اس قائل میں کوئی عظیم شخصیت موجود ہے۔ اور
آپؐ کو دیکھ کر اسے اتنے اندازوں کی تصدیق ہوئی ہے۔
ایکینکیا یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے کہ اس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ
آپؐ ہونے والے نبی ہیں۔ حافظ ابویکر المخزنی نے حضرت
ابویکرؓ اشرعی کی روایت نقل کی ہے کہ بھیری نے آپؐ کا
لائق پڑا کر کہا کہ:-

هذا اسید العالمین یہ تمام دنیا کا سردار ہے۔
بیرونی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس نے کہا:-
هذا اس رسول رب العالمین یہ رب العالمین کا رسول ہے جسکو
بعثة الله رحمة للعالمين اللہ نے رحمۃ للعالمین بنکریججا،

پہنچ گئی اس لئے وہ خوراک حرم کی طرف روانہ ہو گئے، مگر قبل اس کے کہ وہ حدود حرم میں داخل ہوتے، ہوازن نے ان کو جالیسا اور دن بھر لڑائی ہوئی رہی۔ درات کو قریش حرم کے حدود میں پہنچ گئے اور ہوازن رُک گئے۔ اس کے بعد لڑائیوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے بعض لڑائیوں میں صرف اس حدتک شریک ہوتے کہ جو تیر دشمن کی طرف سے آتے تھے انھیں اٹھا کر آپ اپنے جھاؤں کو دے دیا کرتے تھے۔ اب سو کا بیان ہے کہ بعد میں حضور نبی کریم کرتے تھے کہ میں اس میں اتنا حصہ بھی نہ لیتا تو اچھا ہوتا۔

اس ایک واقعہ کے سوا غزوہ دیوبیگی سے ہم اپنے بھجی کسی جنگ میں نہ تشریکت کی اور نہ آپ کو کسی قسم کا فتحی تجربہ حاصل ہوا۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دامن ہلیت کی لڑائیوں سے پاک رہا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذریں نبوت کے غزوات میں آپ کے جو عظیم خاتم انباط صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ سراسر خداداد تھیں۔ آپ پیشہ ور پسر سالار نہیں بلکہ پیدائشی سپہ سالار تھے۔

حلف الفضول

حضرت ۲۰ سال کے تھے کہ قبائل قریش نے ایک عہد نامہ کیا جسے تاریخ میں حلف الفضول کہا جاتا ہے (یعنی اس بات کا معاملہ کر فضل اہل فضل کی طرف و اپس کیجاگے اور کوئی ظالم ظلم کر زیادتی نہ کرے) اب سعد نے اس معاملہ کی تاریخ ذی القعده ۱۴۰ھ میں افضل لکھی ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ رُبید بن میں کے ایک قبیلے کا ایک شخص کچھ تجارتی سامان لے کر مکہ آئا اور اس سے مگر کے ایک سردار عاص بن والل نے یاں خرید لیا مگر قیمت نہ دی۔ اُس نے بنی عبد الدار کی تحریم، بنی جح، بنی سهم، بنی قدری میں سے ایک ایک کے پاس جا کر سریادگی مگر سب سے اسے جھوٹ دیا اور اس بن والل کے مقابلے میں اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ سب طرف سے ایوس ہو چانے کے بعد وہ صحیح کے وقت کوہ ابو قصیس پر جھوٹ لگایا تھا۔ یہ ایسا غیر معمولی و اقدر تھا کہ اس کے بعد اہل حرث سے آگاہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چخار بیرون

وچی نازل ہونے کے بعد آپ پر کیا گیفیت طاری ہوئی تھی ظاہر بات ہے کہ وہ گیفیت آپ پر طاری نہ ہوتی اگر آپ پہلے سے بھی ہوتے میں تو قع ہوتے۔ پھر بھی کچھ ان شیر اور توڑا توڑ روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں بنا یا گیل ہے کہ آپ کے اعلانِ ثبوت اور آغازِ دعوت کا کیا کارہ عمل آپ کی قوم کی طرف سے ہوا۔ اگر پہلے سے لوگوں کو بتا دیا گیا پہنچا کر آپ بھی ہونے والے ہیں تو یہ چیز ان لوگوں کے لئے خلاف توقع نہ ہوتی اور ان کا ردِ عمل اس صورت میں اُس سے بہت مختلف ہوتا جو بالکل ایک خلاف توقع معاملہ پیش آنے سے ہوا۔

حرب فخار

ابن مہما کا بیان ہے کہ حضور ۱۷-۱۵ سال کے تھے حرب فخار واقع ہوئی۔ ابن اسحاق ابن سعد اور ابن جسری کا بیان ہے کہ یہ جنگ ۲۲ھ عام افضل میں ہوتی تھی۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر اس وقت ۲۰ سال ہوتی چلیتی۔ اس میں ایک فریت بنی کنانہ تھے جن میں قریش بھجو شامل تھے، اور دوسری طرف قبیلہ عیلان تھے جن میں ثقیف اور ہوازن وغیرہ شامل تھے، جگ اس بات پر جھوٹی تھی کہ بنی ہوازن میں سے عروۃ الرشاح ناجی ایک سردار نے نعمان بن منذر کے تجارتی قافلہ کو واپسی روان میں بازار مکھاڑا جانے کے لئے رکھر عطا کر دی تھی۔ بنی کنانہ کے ایک سردار بَرَاض بن قیس نے کہا کیا تو کنانہ کے مقابلے میں بھی اس کو روان دے رہا ہے جس نے کہا "ہاں اور تمام دنیا کے مقابلے میں بھی"۔ اس پر برَاض کو تاذراً گیا اور اس نے بُحد کے بالائی علاقوں میں تینیں کے مقام پر عسردہ کو قتل کر دیا۔ یہ فعل چونکہ حرام ہمیں میں ہوا تھا اس نے اس پر جو جنگ پھری اُس کو حرب فخار کا نام دیا گیا۔ قریش ابھی مکھاڑا کے بازار میں تھے کہ ان کو اس کی خبر

لے، عام افضل سے سردار ہے ماٹھیوں کا سال، یعنی جن سال اصحاب افضل نہ کر پر جملہ کیا تھا۔ یہ ایسا غیر معمولی و اقدر تھا کہ اس کے بعد اہل حرث اسی سال سے تاریخوں کا حساب کرنے لگے تھے۔

مال پر مشتمل ہوتا تھا پہلے ان کی شہادی الوہاہ بن زردارہ تمہی سے ہوئی تھی جس سے دو بچے ہستہ اور ہالہ پیدا ہوتے اور دو بر سالت میں دونوں مسلمان ہو گئے۔ ابواللہ کی وفات کے بعد انکی شادی عقیق بن عابد اخزوی سے ہوئی جس سے ان کی صاحب زادی ہنڈا پیدا ہوئیں اور عہد نبوت میں وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اس دوسرے شوہر کی وفات کے بعد وہ بیوہ ہوا رہیں۔ قریش کے بہت سے سرداروں نے چاہا کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لیں مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔ اپنے مال سے وہ تجارت کرتی تھیں اور کسی شخص سے معاملہ کرنے تھیں کہ وہ ان کی طرف سے تجارتی قابلیں میں جائے اور مقرر حضور ہے لے لے۔

انھیں حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور امانت اور بہلت اخلاق کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے آٹھ سے کہا کہ آپ میرا مال تجارت شام لے جائیں، میں سروں کو جتنا خصہ دتی ہوں، آپ کو اس سے زیادہ دوں گی یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔

دوسری روایت جو ابن سعد اور رُزْ قوانی نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ابوطالب نے حضور سے کہا "لہتی ہیں میں مال دار آدمی ہنہیں ہوں، ہمارے حالات خراب ہوئے ہیں اور ہمارے پاس کوئی مال تجارت بھی ہنہیں ہے۔ یہ قافلہ جو تھاری قوم شام کی طرف بیچ رہی ہے اسکے جلن کا وقت قریب آگیا ہے۔ اسیں خدیجہ بھی اپنا مال بعض لوگوں کے ہاتھ تجارت کے لئے بھیجا جا تھی ہیں، الگرم ان کے پاس جاؤ ترہ بھیں دوسروں پر ترجیح دین گی کیونکہ انھیں تھاری پاکیزہ سیرت کا حال معلوم ہے۔" حضور نے فرمایا شاید خدا بھی خیل خود اس کام کے لئے کھلوا نہیں گی۔ ابوطالب نے کہا مجھے ان شرکت کے کوئی وہ کسی دوسرے کو منتخب نہ کر لیں۔ چاہیجے کی یہ لفظ کو حضرت خدیجہؓ تک پہنچ گئی، مگر حضورؐ کا اندازہ بالکل صحیح تکلیک کیا گکہ وہ پہلے ہی حضورؐ کو وہ پیغام بھیج کی تھیں جس کا ذکر اور پر ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے۔

طبقات ابن سعد میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ

عبدالمطلب اٹھے اور انھوں نے کہا کہ یہ معاملہ اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا۔ پھر انھوں نے بھایا شم، بنی عبدالمطلب، بنی اسد بن عبد العزیز، بنی زہرا اور بنی یم کو عبداللہ بن عبد عان کے گھر میں جمع کیا اور حضرت عائشہؓ کا چاہزادہ جس تھا اور وہاں سب سے عہد کیا کہ مکہ میں شہر کایا باہر کا شخص بھی مظلوم ہو گا اس کی مدد کریں گے اور ظالم سے اس کا خاف دلو اکر چھوڑیں گے چنانچہ اس کے بعد سب مل کر عاصی کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا سامان والپیں لیکر دیا۔

محمد بن اسحاق نے امام زہری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن عبد عان کے یہاں ایک ایسے معابرہ میں شریک ہو اکہ الگر مجھے سفرخ ادنٹ بھی اس کے بدلے میں ملتے تو میں اسے چھوڑ کر اپنیں قبول نہ کرتا اور الگر آج تذویر اسلام میں بھی تھی ایک ایسے معابرہ کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کر دیں گا۔

حضرت خدیجہؓ کی سماحت تجارتی شرکت

۲۰ اور ۲۵ سال کی عمر کے دریابن حضورؐ کے دو جو ساری قوم پر دادہ قوم سے مراد یہاں آپ کا قبلیہ قریش ہے) عیان ہوتے چلے گئے جو بھیں سے اب تک ایک محدود دائرے میں معلوم و معرفت تھے۔ آپ کی شرافت، دیانت و امانت، صفت شعاری، حسین اخلاق، نیک نفسی، سخیرگی و داشمندی، ضبط نفس اور حلم و قار، عالی و حوصلی اور سردار از شان، عنصر ایک ایک خوبی تماں ہونے لگی جس کی وجہ سے آپ کا غیرہ عمومی احترام نو اعتماد اور فضیل و اثر بگوں میں قائم ہوتا چل آگی یہی زمانہ ہے جب حضرت خدیجہؓ نے آپ کے ساتھ تجارتی شرکت کا معاملہ کیا۔

حضرت خدیجہؓ قریش میں اپنی عفت اور پاکیزہ محبت کی بناء پر اپنے بہوں کے لقب سے معروف تھیں۔ پورے شیلے میں ان کی دلائی اور فہم و فراست اور اخلاق و اوصفات کے لحاظ سے ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ قریش کی کوئی عورت ان سے زیادہ مالدار نہ تھی۔ لہذا اوقات قریش کا ادھا تا فلہ صرف ان کے

ٹولی سفر میں شب و روز آپ کے ساتھ رہا تھا اور ہر ہر لپسے آپ کی زندگی کو دیکھ کر آپ کا بندہ بے دام بن چکا تھا۔ اس سے آپ کے حالات توں کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ سے شادی کا عزم کر لیا۔ اگرچہ پہلے بھی وہ آپ نے اتفاق نہیں اور قریش میں آپ کے جو محسوس معلوم عزم ہوتے جا رہے تھے ان کا چرچا وہ من چکی تھیں۔ لیکن اب انہوں نے طے کر لیا کہ حضورؐ سے بہتر شہر نہیں کرنے نہیں مل سکتا۔ تکاح کا معاملہ کس طرح میں اس کے متعلق پکھڑو روایات میں اختلاف ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود حضورؐ سے براہ راست بات کی اور کہا کہ اے ابنِ عم! آپ سے میرے قرابت بھی ہے۔ اور میں آپ کی امانت و صدائقت اور حسن خلق اور شرافت بھی اور اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے بھی یہ چاہتی ہوں کہ آپ سے شادی کروں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود حضورؐ کی خواہش ظاہر کرنے سے پہلے اپنی ایک سہیں تقییہ کرتے ملکیت کو آپ کے پاس بھجوتا کہ آپ کی مرضی معلوم کر لیں۔ تقییہ کا اتنا بمان یہ ہے کہ میں نے جاکر آپ سے کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آپ شادی کیوں نہیں کر رہے؟" فرمایا "میرے پاس کیا رطاب ہے کہ میں شادی کروں؟" میں نے کہا "اُس کا انتظام ہو گیا ہے اور آپ کو ایک ایسی جگہ شادی کرنے کی دعوت دی جائی ہے جہاں جمال بھی ہے، یاں بھی ہے، اشرف بھی ہے اور قابلیت بھی۔ کیا آپ اسے قبول کریں گے؟ فرمایا وہ کون ہے؟ میں نے کہا خدیجہؓ فرمایا میری ان سے شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اسے آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔ آپ فرمایا اگر یہ بات ہے تو میں تیار ہوں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے پیغام بھیجا کہ ملاں فلاں

ابوالطالبؑ حضرت خدیجہؓ سے جا کر کہا کہ اے خدیجہؓ کیا تم پسند کرو گی اپنی تجارت کے لئے کسی اور کی خدمات حاصل کرنے کے بجائے حمد و صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ اگر کسی دُور کے ناپسندیدہ آدمی کے لئے بھی فرماتے تو میں مان لیتی۔ آپ تو ایسے شخص کے لئے کہہ رہے ہو جیب

قریب ہے۔

غرض حضرت خدیجہؓ سے حضورؐ کا تجارتی معاملہ طے ہو گیا اور انہوں نے اپنے علام میرے کو آپ سے ساتھ اس تجارتی سفر پر شام بھیج دیا۔ اس سفر میں میرہ نے حضورؐ کے اخلاق، عادات اور خصائص کی وہ خوبیاں دیکھیں جن سے وہ آپ کا گروہ ہو گیا۔ والیں آکر اس نے حضرت خدیجہؓ کو تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اس نے آپ کو کیسا پایا۔ تجارت میں بھی حضورؐ نہایت کامیاب رہے اور پہلے جتنا کچھ منافع کا کار دروسے لوگ ان کو لا کر دیتے تھے آپ نے اس سے دو گناہ منافع لا کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ کو جتنا دینے کا وعدہ کیا تھا اس سے دو گناہ دیا۔ اس سلسلے میں بھی متعدد روایات ایسی بیان کی گئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ میرہ کو شام کے ایک راہب سلطور اور ایک دروسے شخص نے بتایا تھا کہ آپ ہونے والے نبی ہیں اور میرہ نے یہ بات شام سے والیں آکر حضرت خدیجہؓ کو بتادری کھی۔ لیکن جیسا کہ ہم اور پرہیان کر چکے ہیں۔ یہ روایات اُن صحبتیوں میں روایات کے بالتعلیمات پرستی ہیں جو غار حرام میں آپ پر پہلوی وحی کے نزول اور وہاں سے آٹ کی والی اور حضرت خدیجہؓ سے آپ کی گفتگو کے متعلق منقول ہوتی ہیں۔ اُن سے تفہی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آغاز ثبوت کے موقع پر اس بات سے بالکل بے شرط ہے کہ آپ نبی ہونے والے ہیں اسی طرح حضرت خدیجہؓ بھی پہلے سے اس کی کوئی توقع نہ رکھتی تھیں۔

آپ کا حضرت خدا مجھ سے نکاح

میرہ جو مکہ سے شام تک اور والی پر مکہ تک کے

لہرسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صدیقہؓ حضرت زینؓ کی والدہ، حضرت خدیجہؓ کی بجا وحی تھیں۔ لہرسوں میں صدیقہؓ نے بھی اکھاہے

کافر سرق تھا، لیکن دونوں کے درمیان اتنی محبت تھی کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آٹھ تمام عمر ان کو یاد کرتے رہے۔ بخاری میں حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ خیر نساء هامريم و خیر نساء حالديجيه اس کا ایک مطلب تھی ہے کہ اپنی امت کی بہترین عورت مریمؓ تھیں اور اس امت کی بہترین عورت خدیجہؓ ہیں۔ لیکن علم میں یہ روایت کوئی کسی کے حوالہ سے آئی ہے اور اسے بیان کرتے ہوئے وکیج نے آسان وزمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ کچھ نے یا جن لوگوں سے یہ روایت اُنکو تھی تھی انہوں نے اس کا مطلب یہ لیا کہ دنیا کی بہترین خواتین یہ دو ہیں۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی پر بخشنے اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ آپ سے میری شادی ہونے سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آپ کو ان کا ذکر کرتے سنتی تھی اور جب کبھی آپ کوئی بکرذبح فرماتے تو اس میں سے خود حضرت خدیجہؓ کی ملنے والیوں کو ہدایہ بھجوئے تھے بخاری کی ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہ بنت خوبید آئیں اور انہوں نے اندر آئنے کی اجازت طلب کی۔ حضورؐ ان کی آواز سکر ترپ گئے اور فرمایا اللهم بالله و خدا یا یہ بالله ہوں کیونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے مشابہ حسوس ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس پر میں جعل تھی اور میں نے کہا "آپ قریش کی ایک بوڑھی عورت کو اتنا یاد کرتے ہیں جسے انتقال کئے مارٹن گز رکھی اور اللہ نے آپ کو اس سے اچھی بیوی دی دی۔" مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں اس پر یہ افہامی ہے کہ میری اس بات پر حضورؐ کو غصہ آگیا اور میں نے کہا تم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھجوائے میں آئندہ بھی ان کا ذکر بھلانی کے سو اکی طرح نہ کروں گی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں مولی اللہ

وقت آجائیے اور اپنے چچا عمر و بن اسد کو کہلا بھیجیا کہ اُکرمیری شادی کردیں (حضرت خدیجہؓ کے والد تھویلر کا انتقال ہو چکا تھا، اس طرح اُدھر سے عمر و بن اسد اور ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا وں حضرت حمزہؓ اور ابو طالبؓ کو کہا ہے) اور شادی ہوئی تھی۔ یہ میں حضورؐ نے ۲۰ دوست دیتے۔ یہ شادی سفر شام سے حضورؐ کی ولپی کے دو ہمینے ۲۵ دن بعد ہوئی۔ حضورؐ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہؓ ۳۰ سال کی تھیں۔

حضورؐ کی ساری اولاد را سوائے حضرت ابراہیمؑ کے (جو ماری تھی قطبیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے) حضرت خدیجہؓ ہی سے تھی۔ ان میں سے دو صاحب زادے تھے اور چار صاحب زادیں (۱) الفاہم حن کی نسبت سے آپ کا لاقام کہلاتے تھے (۲) عبد اللہ حن کو طیب اور طاہر تھی کہا جاتا تھا (۳) حضرت زینرب (۴) حضرت رقیۃ (۵) حضرت ام کلثوم (۶) حضرت فاطمہؓ۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون کس سے بڑا تھا۔

ازدواجی زندگی

اگرچہ حضورؐ کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر میں ۵ اسال

۱۵ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ہماری تحقیق میں وہ تمام روایات غلط ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح ان کے باپ تھویلر نے پڑھایا تھا۔ اور اس سے بھی ازیادہ وابھی تباہی اور روایت یہ ہے کہ خویلد گوشراب پلانی تھی اور نسے کی حالت میں اس نے نکاح پڑھا دیا اور ہوش میں آنسے کے بعد وہ سخت ناراض ہوا۔ ہمارے نزدیک ایں علم سے جواب ثابت اور حضورؐ نے وہ یہ ہے کہ خویلد گوشراب فوجار سے پہلے مر چکا تھا اور حضرت خدیجہؓ کا نکاح ان کے پیچا عمر و بن اسد نے کیا تھا۔

۲۵ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ہر سی .. ۲۷ دینہ اڑیتے اور بعض میں .. ۵ درہم کا ذکر ہے۔

دوسرا ختم ہو گیا۔ پہلے وہ دوسروں کے ذریعہ سے تجارت کرتی تھیں جس میں ان کو فائدہ کم ملتا تھا کیونکہ دوسرے لوگوں میں خلافی حالت میں بدلنے تھے اُس میں یہ امر کم متوقع ہو رکتا تھا کہ وہ غیر کے مال میں پورے کاریانست اور تحریر خواہی سے کام لیں گے۔ مگر جب ان کی تجارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیسے امین اور فرزانہ شخص کے ہاتھ میں آئی جنطہ خیر خواہی کے ساتھ شوہر ہوتے کے باعث بھی انہیں کام میں کمال درجہ کے خیر خواہ تھے تو آپ کی تجارت چلک اٹھی، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پورا ہوا کہ:-

وَوَجَدَكُعَمَّا عِلَّةً
فَأَفْنَى۔ اور اللہ نے آپ کو غریب پایا
پھر عنی کر دیا۔

اس دوہ میں آپ کی صداقت و امانت، معاملات میں انتہائی و راست پاری، سعادت اور یود و کرم، صلح و محی، بیسوں کی مدد، غرباً پروری اور دنائی، فخر را انکی کے وہ اوصاف تمام قریش اور گرد و نواح کے قبائل پر عیا ہوئے جو پہلے اپنے طور کے موائع نہیانے کی وجہ سے غصی تھے۔ اب معاشرے میں بھی آپ کا مرتبہ بعض (خلائق) چیزیں ہی سے نہیں بلکہ ماذی چیزیں سے بھی اتنا بلند ہو گیا کہ آپ کا شمار سردارِ این قریش میں ہونے لگا۔ آپ کے اُو پرلوگوں کا اتنا اعتماد قائم ہو گیا کہ وہ اپنی فیضی امانتیں آپ کے پاس رکھوائے گے، حتیٰ کہ یہ سلسلہ اسوقت بھی جاہری رہا جب اعلانِ ثبوت کے بعد مکہ کے عوام دخرا ص اپنے خون کے پاس ہو گئے تھے۔ اس دسمی کے باوجود وہ اپنی امانتیں آپ ہی کی حفاظت میں دیتے ہیں اور پیغمبر کے وقت آپ کو اتنے بیچھے صرف اس نے حضرت علیؑ کو چھوڑنا پڑا کہ ہر ایک شیٰ امانت اسے واپس کر کے رہیں۔ یہ اس بات کی کھلی علامت تھی کہ ثبوت سے پہلے ہی نہیں، ثبوت کے بعد بھی لاشمنا ایں اسلام کے دلوں میں آپ کی دیانت و امانت کا نقش پڑھا ہوا تھا اور وہ اپنے درمیان آپ کو سب سے زیادہ قابل اعتماد آدمی سمجھتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی گرفتار ہو گر آئے تھے۔ چھنپور کی صاحب زادی حضرت زینتؑ نے انکو چھوڑنے کے لئے جو فدیہ بھیجا اس میں حضرت خدیجہؓ کا ہاہر بھی نہیں جوانخوں نے ابو العاص سے اُن کی شادی کے وقت زمانہ جاہلیت میں دیا تھا۔ اس پارکو دیکھ کر چھنپور پر وقت طاری ہو گئی اور آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم منابع بچھوڑو نہیں پڑیں کہی کو دیے ہی چھوڑ دو اور اس کا فریبہ داپس کر دو۔ سب لوگ اس پر راضی ہو گئے اور ابو العاص فدیہ کے بغیر چھوڑ دیئے گئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی اگری محبت تھی جو ان کی وفات کے بعد بھی عسر بھرا آپ کے دل میں تازہ تھی۔

۱۵ اسال حضرت خدیجہؓ ثبوت سے پہلے اور دس سال نبوت کے بعد آپ کی بیوی رہیں۔ ثبوت کے دسویں سال ان کا انتقال ہوا جب کہ آپ پچاس سال کے تھے اور وہ ۲۵ سال کی تھیں۔ لیکن آپ اپنی ساری جوانی انہیں سن رسیدہ بیوی کے ساتھ گزار دی اور کسی دوسرا عورت کا خیال تک نہ کیا۔ حالانکہ اس وقت اپنے عرب بیوی کی شخص کا ایک سے زیادہ بیویاں ہیں رکھنا کسی درجے میں بھی ممکن نہ تھا، اور نہ بیویاں ہی اس میں مانع ہوتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہؓ کے خاندان نسبت قریش کے تمام ہی خاندانوں میں ایک ایک شخص کے کوئی بیوی بیوی ہونے کی بے شمار تھالیں موجود تھیں۔ اس کے باوجود آپ کا پچاس برس کی عمر تک یک ایسی بیوی پر قانع رہنا جن تی عمر ۵۶ سال کی ہو چکی تھی اُن تمام معتبر ضمیں کے لئے عملًا ایک منفرد طور جا بستے چون شریعت کے آخری دس سالوں میں چھنپور کی کثرت ازدواج کو معاذ اللہ نفس پرستی پر محول کرتے ہیں۔ اُنے حل کر ہم پر بحث کر سیکھ کر عمر کے آخری دو میں وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر آپ نے متعدد نکاح کئے۔

خوشحالی کا دور اپنے اخلاقی حضرت خدیجہؓ سے شادی فضائل کا نہایاں ہوتا۔ کے مغلوبی مغلوبی کا

مارگ دیپ دہنڈی

اسلام کی بنیادی تعلیمات کو غیر مسلموں تک پہنچانا لاملا احتیاطی باہمانہ۔ جسے پڑھنے لکھے بغیر مستم حلقوں میں وقعت اور پسندیدا گی کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔ سالانہ چند صرف یاری روئے۔ لیکن اعزازی حثیت سے آپ پچاس اور تین روپے بھی دے سکتے ہیں۔

تبليغ دین کی اہمیت کا حراس کرنے والے حضرات اپنے زیادتہ زیادہ طاقت اور دلکشی کا انتہائی ہندی مانہنام "مارگ دیپ" روشی پبلنگ ہاؤس کے۔ فیروز رامپور (بیو۔ بی)

تجاری معااملات میں آپ اس قدر کھرے تھے کہ ایک محاسبہ نہ مانہے جاہلیت میں اُن کے شرکیت تجارت وہ چلے تھے وہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ بہترین شرکیت تھے۔ بھی دھوکا نہ دیا بھی کوئی چالبازی نہ کی اور کبھی جھگڑا نہ کیا اُن صاحب کا نام مختلف روایتوں میں مختلف آیا آیا ہے۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں غیاث بن اسائب بن عوف برخزاد حی تھا۔ مسلمان حمدکی کسی روایت میں سائب بن عبد اللہ المخرزمی بیان کیا گیا ہے اور کسی میں رائسبن ابی اسائب تھا۔ اس اختلف ناموں سے جس کا ذکر ہے اس کا قول بھی ہے کہ میں جاہلیت میں آپ کا شرکیت تجارت تھا اور آپ کا معاملہ میرے ساتھ درہ تھا جو ادپر بیان ہوا ہے۔

تاریخ دیوبند

دیوبند ایک قدیم تری میں ہے۔ اس کی سر زمین نے انقلابات کی بے شمار تک روپیں دیکھی ہیں۔ اور اس دارالعلوم کی وجہ سے پہنچی بین الاقوامی شهرت کی تک بن چکی ہے۔ اس سبق کی تحریک اور محققانہ تاریخ جناب سید محبوب رضا خوی کے قلم سلطان اعظم فرمائی ہے۔ تاریخ بخاری میں مصنف موصوف کی بصیرت ایک اتیاز ی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپ کر شتم ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن فاضل مصنف کی نظر تانی اور اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ صفحات ۱۲۰۔ قیمت جلد۔ دنیا روپے شہد اے بد اشہد اے بد کے تصریح حال اکوناف۔ ایک روپے دین و شریعت ایڈیشن ایڈیشن۔ قیمت مجلہ ۲۰۰/-

ذکرہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب بیگی بخاری

آپ جانتے ہیں ہیں کہ بدعتی حضرات اپنے سو اقسام مسلمانوں کو "دہبی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ درصل محمد بن عبد الوہاب کے نام نامی کی طرف تبدیل ہے اور اس نسبت روکھا کی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ سچائی کے مثالی ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فیا کہ حقیقت سے آگاہ ہوں کہ محمد بن عبد الوہاب کس قدر سذجت کے شیڈی کی بدعت کے دشمن اور دین ملت کے خیرخواہ تھے۔ انگریزوں نے انھیں بدنام کیا اور بعد اسی لوگوں نے اس پیدنا میں چاو چاند لگاتے۔ اس کتاب کے مصنف "قطر" کے حملہ مشریعہ کے قاضی احمد بن حجر ہیں اور ترجمہ صحفی الرحمن الاعظی نے کیا ہے۔ ترجمہ کے علاوہ فاضل مترجم نے بیش قیمت نوٹ بھی جواشی پر بڑھاتے ہیں۔

قیمت — سارے چار روپے

مکتبہ تجلی۔ (دیوبند (بی۔ بی))

فہارس بنیضھی

اس زیاں خلنے میں سودنکتہ ارائی بھی دے
شہر گی جاں کو نلا قی خامہ نشر سائی بھی دے
میں ہوں اک مھڑ تو پھر اس کو تماشائی بھی دے
نقطہ دل بکے یا ساں اپنھر کو گویا نی بھی دے
خال و خط نجھے تو کچھا اپنی سی لکھائی بھی دے
آج کنٹ چھروں کی جھڑھتی بھڑیر میں کھو جاؤ گا
شوخی یا سے ہوں پر شرم آتی ہے نجھے
اک سیلچے سے ذرا بھر سے یہ نفرت کر لیں
ہرچے وحشت میں کامل شہر کے سیدھے لوگ
مد میں گزریں نہ اپنے آپ سے ملنا ہوا
یہ جبراحت بے خلش نکلی تو پھر کیا فائدہ
انگلیاں ہیں کائنات و ذات کے اور ان پر
لطف نہ کیا، خود معافی کے درمیں ڈو جاؤں
دینے والے امیر چذبوں کو وہ گیری بھی دے

حافظ امام الدین یہاں نگری

مقام آج ہے اور میں ہوں
نہ کوئی خال و خط جس کے نہ تمیل
نہ ہو کیوں ناز مجھ سے کو اپنے دل پر
وہی ساتی وہی بے اعتنائی
وہی ہے نیم شب کی اشکباری
جو ہے نا آشنائے راہ منسل
برہمن خو ہے شیخ شہر حافظ
اسی کی آذری ہے اور میں ہوں

نهایتِ تحقیق اور شیخ مسن ابو بکر صدیق رض

یعنی جو کلام مبارک حضرت ابو بکر صدیق رض نے خود
حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے سنادہ سب کتاب یک جا۔ خوشی
کی بات ہے کہ ایک مسنداً اور قیصرِ عالم نے مسنداً حمد
بن خلیل کی اور در تحریح کامیف سلسلہ شروع کیا ہے اور اسی سلسلہ
کی پہلی کڑی خہایتۃ التحقیق کے نیا کسے آپ کے سامنے ہے۔

پیر طبری سائز کے ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت صرف
باشیں روپے۔ بڑی اہم بات یہ ہے کہ فاضل شارح نے
شروع کتاب میں ایک طولی مقدمہ دیا ہے جو تقریباً سو
صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انھوں نے اور دخواں طبقہ
کے نئے نئے حدیث کی باریکوں اور اصطلاحوں و راصبوں
کو پوری تحقیق کے ساتھ پرورد قلم فرایا ہے۔ بلند پایہ کتابوں
کا پچھوڑ۔ فیں حدیث کی معلومات کا بیش بہا خزانہ۔ امید
ہے شاائقین اس تخفیف نادرہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔

قیمت مجلد۔ باشیں روپے۔

قرآن اور حدیث مسنداً کا مفہوم اور مقام کیا ہے؟

رسالت کس کہتے ہیں؟ ان ہی جیسے دسیوں سوالوں کا
مدتل جواب میلانا مورودی کے قلم سے ملا جائز فرمائیں۔
نیا ایڈیشن مع ڈسٹ کور۔ قیمت۔ درست روپے ۶۰ پیسے۔

احجرتے ہوئے زوجان شاونٹکیل عالم بریلوی کا جمو عکاظ

صہیب اسے خیال

خشنائیگیٹ اپ کے ساتھ۔ چھڑ روپے

دنیٰ دعویٰ کے قرآنی اصول مولانا فاروقی محمد طیب صہاب
کی فکر انگیز کتاب جو دنیٰ
دعویٰ کے بنیادی اصولوں پر بنا ہے۔ پانچ روپے۔

مکتبہ ہلالی - دیوبند (یو۔ پی)

البلاغ امین

جو بدعت و سنت کی بہترین تشریح کی وضیفہ
کرتی ہے۔ تشریعت قبوری کے مقابلے میں تشریعت حقہ
کی تعلیمات ضرور پڑھیں ہیں۔ قیمت مجلد چھ روپے ۱۰۰ پیسے
حضرت مولانا ذکریا شیخ الحدیث حظاہر العلوم
ولی کامل سہارنپور کی داستان زندگی تحقیق عزیز الرحمن
کے قلم سے۔ قیمت مجلد۔ چھ روپے۔

فللاح مدد

بدعتوں کے رد اور صحیح عقائد کے ابتداء
میں ایک عام فہم۔ دلچسپ اور مفید
کتاب۔ جیسی دوسریں بدعتیں عام ہیں ایسی کتابوں کا
مطالعہ ضرور کرتے رہنا چاہیے۔ قیمت۔ پانچ روپے
علوم حدیث، علوم فقہ، فتویں اسلامیہ
ماہر و معارف اور دیگر اہم موضوعات پر مولانا
تاضی احمد مبارکپوری۔ ۲۵ عمرہ مقالات کا جمیع
قیمت۔ لازم روپے

اسہار حسنی کے برکات

تعویذ و عملیات کے سلسلے
میں ایک عمدہ کتاب۔

قیمت مجلد۔ چار روپے۔

مسجد مساجذ تک

ایرانی ضرورت نہیں کہ
ملائیں العرب کی کے شماروں
کے قھوڑے تھوڑے وقف سے پڑھنا بھی لطف سخا
نہیں۔ ان میں تبسم کی چاندنی اور رنگی تکلینی ہی نہیں
اذادیت بھی ہے۔ ملا فقط طنز برائے طنز اور مساجد
برائے مزار پرنس نہیں کرتا وہ گئی نکسی اخلاقی مقصود
پر بھی آپ کی توجہ منعطف کرتا ہے۔

قیمت حصہ اول۔ قیمت۔ آٹھ روپے۔

سهر مصروف جاز

ایرانی تشریعت مولانا منت اللہ پہاری کے
افزاسنامہ۔ قیمت۔ ڈھانی روپے۔

مکتبہ ہلالی

(داخري قسط)

معصر تھین کیا فرماتے ہیں؟

لئے ہم نے بخاری وسلم کے حوالے دیتے ہیں اور یہ بھی جمادیا ہے کہ سننDarقطبی میں یہ روایت چار سندوں سے ہے۔ تیسرا فتویٰ حضرت علیؑ کا ہے۔ اس کی سند بھی ختم پیش کی گئی اور چار کتابوں کے حوالے دیتے گئے۔

چوتھا فتویٰ حضرت عثمان رضی کا ہے۔ اس میں ہم نے دو کتابوں کے حوالے سے ایک سند ذکر کی۔ پھر تیا کہ صحفہ عبدالرزاق میں ایک سند سے درج ہیں ایک اور سند۔ یہی واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ دونوں سندوں بھی وہیں ہم۔ نے نقل کر دی ہیں۔ اس کے بعد صحفہ عبدالرزاق سے ہم نے ایک ایسی اعلیٰ ترین سند نقل کی ہے جس کی صحیح و قوت دیں کوئی مستادر حدیث نہیں تکال مکتا۔

مزید جتنے قادی ہم نے نقل کئے ہیں ان میں ایک بھی سے سند نہیں۔ البتہ ہم نے ہر جگہ سندوں نقل نہیں کیں، بلکہ کتابے کے حوالے دیدیتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مقام حجارت حضرات اور خود اس صاحب بھی متعدد صدیشیں پیش کر کے کتاب کا حوالہ دیتے ہیں اور سندوں نقل نہیں کرتے تو

آخرین شیس حسنے چند باتیں فرمائیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ مدیر جعلی نے صحابہ کے جو فتاویٰ نقل کئے ان میں سے متعدد بغیر اسناد کے ہیں اس لئے ثبوت اجماع کے لئے ناتائقی ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ غلط بیان ہے یا پھر نظر کی مکروہی۔

ملاق نمبرت اکلا شمارہ (بابت الحست و تحریر الحکمة) مکتوپ نے صحفہ پر پہلا فتویٰ عبدالرشد ابن سعود کا منقول ہے۔ اس کے لئے ہم نے موطا امام بالک جیسی مستند کتاب کا حوالہ یا۔ ہر عالم حدیث جانتا ہے کہ موطا میں جو روایات بغیر سند کے یا "قصص سندوں سے آئی ہیں اُنھیں بعد کے حدیث نقل انجام دیا۔" وسلم چیزیں اساتذہ نے مکمل سندوں کے ساتھ پیش کر دیتے۔ اور دوسری بنا پر مطابق احادیث صحیحی جانتی ہے۔ چنانچہ اسی جگہ ہم نے تصریح کر دی ہے کہ امام بالک کی بیان کردہ اس سند

روایت کو تین جلیل القدر حادث ابن ابی شیبہ، ہبھی اور عبد الرزاق نے سند کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کوئی بتائے کیا اس کے باوجود یہ سند کہلاتے گی؟ دوسری فتویٰ اسی صفحہ پر ابن عوف کا ہے اس لئے

موجودہ معاشرہ ایسا غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ لوگ صرف تین طلاقیں دینے پر الگا مکرتے ہیں ایک سو اور ایک ہزار طلاقی کی بات تو بھی سنتے ہیں بھی نہیں آتی۔ ظاہر ہے جو روايتیں قرآن اول کی اتنی غلط تصویریں کرتی ہوں، وہ ناقابل قبول ہو سکتی ہیں اور نہ لائق حجت اور نہ اس فرم کی بتو کا ڈھیر لگانے سے اجماع ثابت ہوتا ہے۔

اولاً تو یہی مبالغہ اور ایسی ہے کہ سو یا ہزار طلاقیں دینے کے واقعات اتنا کا نہیں بلکہ بہترت ملتے ہیں۔ ہم نے چودھ اتنا رحماءہ نقل کئے۔ ان میں صرف دوازہ ہزار طلاقیوں کے ہیں اور اتنے ہی سو طلاقیوں کے۔ پھر یہ انکا ان بھی موجود ہے کہ واقع ایک بھی ہو اور استقامت اس کے باوے میں حضرت علیؓ سے بھی کیا گیا ہوا اور حضرت عثمانؓ سے بھی۔ اس صورت میں رائے تو دونوں حضرات کی ظاہر ہو گئی اور روایات بھی دو ہو گئیں لیکن واقعہ ایک ہی رہا۔ اگر لاکھوں مسلمانوں کے معاشرے میں دوچار غلط الغصب لوگ ہیوی کو سویا ہزار طلاقیں دے گزرے ہوں تو اس سے شدید معاشرتی بجاڑ کا ثبوت کہاں ملا۔ اس سے یہ کہاں ظاہر ہوا کہ لوگ عام طور پر کتاب اللہ سے کھلتے لگے تھے۔

ہم اندازہ ہے کہ بعض نادر داشوروں کی طرح کہیں میں صہب، بھی کسی دلچسپی کہہ لگریں کہ جنگِ جمل اور جنگِ صفينِ خض من گھڑت افسانے ہیں۔ کیونکہ انھیں واقعہ مان کر صحابہؓ کی بہت بری تصویر پختی ہے۔

ہمارے درست بھول رہے ہیں کہ دو رحماءہ کی تجزیہ قرار فتوحات نے بے شمار ایسے لوگوں کو داخل اسلام کر دیا تھا جو دور جاہلی کے بے شمار تصورات و خیالات ساختہ تھے۔ طلاق دور جاہلی میں ایک ھلوٹا تھی۔ مرکتنی ہی طلاقیں دیتے اور رجوع کر لیتے۔ اس رواج عام کا اثر دور جنگ میں بھی اگر کسی حد تک ظاہرا ہو تو اس ہیں نہ کوئی حیرت ہے نہ پرشانی خصوصاً حب صحابہؓ کی طرف اس طرح کے افعال کی نسبت نہیں تو اور بھی قریبین تیاس ہے کہ یہ واقعات درست ہوں۔

غفار ہے کہ یہ طوات سے پچھے کا ایک طرق ہے۔ سنديں خوالوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ہر شخص انھیں دیکھ سکتا ہے تھجب بے شمس حصہ پر کہ وہ صحابہؓ کے متعدد فرقاً و میں کو بے سندا کہہ رہے ہیں حالانکہ ایک بھی فتویٰ یعنی سنديں ہے کسی سندر کی صحت میں وہ کلام کر سکیں تو یہ اللہ بات ہے ملک سندر کے وجود ہی سے صفات انکا رکر دینا مشاہدہ کو تحفظ لانا ہے جو شخص جنجلہ ہٹ کا شیخ ہو سکتا ہے معقولیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

دوسری بات جو انہوں نے مسلم کی ایک حدیث کے باہر میں بطور مرضہ فرمائی۔ اس حدیث پر ہم شرح وسط سے گفتگو کر چکے ہیں لہذا ان کے معارضی مکروہ ہے دیکھنی ہو یہ گفتگو پڑھ سکے با راز ہم کہاں تک ساری باتیں دہراتے جائیں۔

تمسی بات جو انہوں نے کہی وہ کافی قابل توجہ ہے، لہذا ان کی تمام عبارت نقل کی جاتی ہے۔

”جن روایتوں میں صحابہؓ کے فتوے بیان ہوئے ہیں ان میں سے متعدد روایتوں کے باہر میں دو ایتہ کلام کی تجاتش موجود ہے۔ کیونکہ یہ روایتوں تبلاتی ہیں کہ ان کے زمانے میں لوگ بیک وقت سو شواد رہزار طلاقیں دینے لگے تھے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ اس طرح بھی طلاق دی جاتی کہ انسان میں جتنے نامے ہیں اتنی طلاقیں۔ یہ اکاڈمیکا واقعات نہیں بلکہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات پر کثرت پیش آتے رہے ہیں۔ اس لئے ان روایتوں کو قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن اول کے باہر میں تسلیم کیا جائے کہ اس وقت شدید معاشرتی بجاڑ پر اپنگیا تھا، لوگ کتابت اللہ کے ساتھ کھیلنے لگ گئے تھے اور بعدی طلاق کا رواج عام ہرگیا تھا۔ ایسی صورت میں توہما را

کے وقوع میں۔

میراث کا مسئلہ ہو یا کوئی مسئلہ۔ اگر اس میں کسی صحابی کی رائے سے خلاف رون کے کسی معروف مجتہدا و امام نے اختلاف کیا ہے تو بے شک اس کی اہمیت ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ میں صورت حال جو اس ہے۔ یہاں تو چاروں معروف امام اور دیگر اعلیٰ علماء متفق ہیں کہ صحیح ہو گئی کی رائے درست ہے۔

اور یہ جو آپ نے فیصلہ سنانہ عتمم والی آیت ذکر فرمائی تو مکرم دوست! ہم خود اسی پر عمل پڑھیں۔ ہم نے قرآن حديث ہی سے ثابت کیا ہے کہ تین اکھٹی طلاق تین پڑھاتی ہیں۔ آپ کا یہ تأثر دینا کہ قرآن و حدیث اس مشتملہ ہجھا پڑ کے قواعد کی صاف نہیں دے رہے ہیں خلاف داعیے۔ محض دہراتے رہنے سے کوئی مفروضہ حقیقت نہیں بن جاتا۔

پانچویں بات تیس حصہ بننے یہ کہی:-

”صحابہ کے یہ فتوے اجتہاد پر مبنی ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے معاشرتی حالات کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا تھا جب کہ معاشرہ شدید بجا رہے دیوار نہیں ہوا تھا بلکن بعد میں جب بجا گئیں اضافت ہوتا چلا گیا تو نظر شان کی ضرورت اُبھر کر ساخت آئی۔ چنانچہ علماء میں تیمور وغیرہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں از سرخ غور فرمایا۔“

ہر بخبر جاتا ہے کہ غالباً اجتہادی مسائل میں مجتہدین کے مابین اختلاف ہو اکرتا ہے۔ مکمل الفاقی رائے اسی وقت تکنی ہے جب کوئی حکم قرآن یا حدیث سے اس طرح تکلیف رہا ہو کہ اس سے صرف نظر مکن نہ ہو۔ طلاقی ثلث کے مسئلے میں تابعی مجتہدین اور کامیل الفاقی رائے بجا رہے خود فرنہی ہے اس بات کا کہ دہ ایک ایسی رائے پر متفق ہوئے ہیں جس کی محلی تائیق قرآن و حدیث سے پیدا ہی ہے۔ چنانچہ اٹھ حدیث میں ہم نے مبین کر دیں اور آیات قرآنیہ پر بھی لفتگش کر لی۔

ان پانچ باتوں کے بعد تیس حصہ نے ذیل کی تقریب اپنے

چھ تھی بات انہوں نے یہ کہی:-

”صحابہؓ کے کتنے فتوے دیے ہیں جس کو متعدد فقهاء نے تسلیم نہیں کیا۔ مثلاً حضور علیؑ تو مجھ پر حرام ہے۔“ کوئی طلاق قرار دیتے تھے میکن حضرت ابن عباسؓ اس صورت میں کفارہؑ ای ادا میکن کو کافی خیال کرتے تھے۔ امام شافعیؓ کہتے ہیں کہ کہنے والے کی نیت اگر طلاق کی تھی تو طلاق ہو گئی اور اگر ظہار کی تھی تو ظہار ہو گا اور اگر مطلقاً یہ الفاظ کہتے ہیں تو نہ طلاق ہو گی اور نہ ظہار بلکہ صرف قسم کا کفارہ دینا ہو گا۔ (ملحقہ ہوشائہ ولی اللہؑ کی شرح موطّا کتاب الطلاق)

میراث کے مسئلہ میں ذوی الفروض پر رد (لبقیہ مال نوٹانے) کا طریقہ حضرت علیؑ نے صحابہ کے مشورے سے پانچ کیا تھا، یعنی امام شافعیؑ اور امام مالکؓ جہاں اشد نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے اسی نے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فیصلہ سنانہ عتمم فی شیعی فردد لا ای ادھریۃ والمسوول۔“ اگر تھا رسے در میان نزاع ہو جائے تو اللہ احمد رسولؐ کی طرف نوٹاواز۔“

ہم نے کب دعویٰ کیا کہ کسی صحابی کے فتوے سے بعد کے اہل علم اختلاف نہیں کر سکتے۔ یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ کوئی صحابی بجاے خود میعاد رحمت نہیں۔ اس کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے مگر جس مسئلے میں بحث ہے اسیں اول یا کسی ایک صحابی کے فتوے کا ذکر نہیں ہوتے سے صحابہ کے فتووں کا ذکر ہے۔ دوسرے ان فتووں سے اختلاف کی کوئی آواز آس یا سمجھی نہیں سنائی دی جاتی۔ اگر ان فتاویٰ سے دور صحابہ کے کسی عالم نے اختلاف کیا ہو تو پیش فرمائے۔ اولاً جو مذکور آپنے پیش کیے دو ہی غیر متعلق ہے۔ اس میں ایک ذمہ داری نظرے کے مصداقي میں اختلاف ہے نہ کہ تین طلاق

کلام ختم گیا ہے:-

”موجہہ دور کے مقدمہ علماء اجتہاد کو اتنا مشکل بنا کر پیش کرتے ہیں کہ نہ فرمیں تسلیم ہو جاؤ اولی بات کے تراویث ہو جائیں ہے۔ اور مفہومی حضرات کا کام میں یہ وہ گیا ہے کہ حالات سے آنکھیں بند کر لیں اور پیش آمدہ مسائل پر کتاب و سندت کی روشنی میں غور کرنے کے بجائے شامی اور درختنار صیبی ہی کتابوں کے حوالے نقل کر کے پیش کریں اور اگر اجتہاد ناگزیر ہی ہو جائے تو تحریج در تحریج کا طبقہ اختیار کریں۔

آخری بات یہ ہے کہ تین یکجا ٹیکلاؤں کے قوعے کے باسے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جمہور علماء و فقہاء کا قول ہے۔ جوچے بھی اس سے انکار نہیں ہے یہیں یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ جمہور کی سروائے تجویز ہو اور گروہ تسلیم کی ہو رائے غلط۔ بھی گروہ تسلیم کی رائے ہی صائب ہوتی ہے۔ وکہ من فتنۃ قلیلۃ غلبۃ فتنۃ اکتیرۃ بیانِ اللہ۔ اور دین نے ہمیں جمہور علماء کا نہیں بلکہ صرف کتاب و سندت کا پابند بنایا ہے۔“

اس تقریر کا مکمل سلسلہ اس بحث میں تو کوئی محل نہیں تھا یہم نے بھی نہیں کہا کہ اہل حضرات اجتہاد نہ کریں نہ ہم نے اس مسئلے میں شامی اور درختنار کو مسئلہ بنا یا۔ ہماری تمام ترقیت کو قرآن و سندت کے حمور پر گھومنی رہی ہے اور ہمارا ازو اور اس سکتے پر یہ کہ جب قرون اولی کے جملہ مجتہدین قرآن و سندت سے یہ حکم اخذ کرتے ہیں کہ تین یکجا ٹیکلاؤں واقع ہو جانی پاہیں تو بدین کسی کا یہ دعویٰ تقابلیں کیسے ہو گا کہ قرآن و سندت سے مختلف حکم دے رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست ”اجماع“ کی جیگہ تلقائی نہیں ہیں۔ اگر کچھ بات تھی تو خواہ محظاہ اخنوں نے ثابت نہ سمجھ پڑنے والیا کہ اس سلسلہ میں اجماع نہیں ہے۔ صاف کہتے ہے ہوئے دو اجماع۔ ہم اجماع کو حروف اُخْرَ نہیں سمجھتے۔

ہمارا دادہ بات ہوا ہخون نے آیت قرآنی دکم من فتنۃ

قلیلۃ کے تعلق سے کہی ہے تو وہ بھی کوئی مخالفت کے کچھ نہیں۔ بھی قلیل التعداد جماعت بے شک کثیر التعداد کو وہ پر غالب آجائی ہے مگر زیر بحث مسئلہ میں قلیل جماعت ہے کہاں جو کوئی خودشہ نبوت ہے اسی کیا اپ دلیل بنائے ہے ہیں۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں اہل علم کی کوئی جماعت تو درستہ ایک دو افراد بھی ایسے نہیں پائے جاتے جن کا اختلاف ثابت ہو۔

ہاں مسکرین حدیث اور تحریک دین کے لئے آپ نے اجرائی مسائل سے جان چھڑانے کا سخن ضروری تھیں فرمادیا۔ وہ ٹھیک اسی استدلال سے تفقی علیہ مسائل کو ڈالنا ایک کر سکتے ہیں۔ پناہ بخدا۔

نسیم شانی کی طرف سے جتنے بھی معاشرے جو اپنی پیش کئے گئے تھے ایک ایک پر ہم نے یہ ضروری تبصرہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی معارضہ ہماری سی دلیل کو نہ کاٹ سکا۔ حالانکہ اگر دو چار دلیلیں کٹ بھی جاتیں تو بیسیوں بھر بھی باقی رہتیں۔ بھروسہ نقد اسے کہتے ہیں کہ تمام مخالف دلائل کا خواہ لایا جائے جیسا کہ ہم نے تمام مقالہ بخاروں کے ہر پڑستہ دلائل تو آپرشن تھیں میں اکھائے اور عقلی و لفظی شواہد کے ساتھ دکھلایا ہے کہ یہ سب طہوٹی ہیں۔ بولا ناجھوظ الرحمان صداب۔ یا اس پیرزادہ صاحب اگر یہ صحیتے ہیں کہ مدد مقابل کی درجنوں دلیلیں میں سے دو چار کو مکروہ ثابت کر دیتا کیسی جتنی کئے کافی ہے تو وہ خواہ و خیال کی دنیا میں رہ ہے ہیں۔
(ختم شد)

ارکانِ الحجۃ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسروں اسلامی عبادات پر مولانا ابوالحسن علی ندوی کے روح پر وردہ داشبورانہ اسماں افزونا اور پر پر شر فرمودات۔ دل و دماغ میں اتر جانے والے۔ تکتاں عربی اور ترکی زبان میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اور دو کا یہ دوسری طبقیں ہیں۔ قیمت مجدد۔ مارہر و پی۔ مکتبہ تبلیغی۔ دیوبند (یو۔ پی)

فتاویٰ بعد الحجی ایک خدیدین مکمل نظر ثانی کے بعد
قیمت — بیس روپے۔

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے جو کتاب امولانا منظور نعماں کی مقبول
زبان میں قرآنی مطالب بیان کرتے ہیں۔
قیمت — چھ روپے ۵۰ پیسے۔

تفہیم القرآن پارچہ حکم امولانا مودودی کی شہرہ
تفہیم القرآن کا پارہ حکم کسی بھی مسلمان کو اس پارے کے
مطالبہ سے خود نہ رہنا چاہئے۔ تاکہ نماز میں عام طور پر
پڑھی جانے والی صورتوں کے مطالبہ ذہن میں رہیں۔
بہترین لکھائی چھپائی۔ ہدیہ — پانچ روپے۔

البلائع امولانا اشرف علی کی گراؤ قریاتیف،
جیسے ہے جس میں نوع بنوی یحییدہ سوالات کے
جوابات دیتے گئے ہیں۔ زبان اردو ہی ہے۔
قیمت مجلد — پندرہ روپے۔

التشکیف عن جهات التصوف ایک بھی امولانا اشرف علی
کی معروف کتاب ہے۔ مضامین نادرہ سے لبرن۔ قیمت مجلد۔ تین روپے
ترمییت السالک امولانا اشرف علی کی بیش بہا
دستیاب ہے۔ ارباب ذوق اس تخفہ عجیب سے فائدہ اٹھایا
قیمت مکمل ہر دو جلد۔ چالیس روپے۔

معرفت آہمیہ اسی کتاب کا معروف نام "خراکی"
کے نہایت وقیع اور معرفت سے لبرن فرمودات حکمت و
شریعت اور سن ترمییت کا گنجینہ۔ مجلد۔ بیس روپے۔
امام عظماً ابو حینیضہ امام عظماً کے حالات کو اکتفی اور یہ
امام امام ابو حینیضہ الرحمن رکن قلم سے۔ مجلد۔ نو روپے۔

مکتبات مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ
کے خطوط نام اہل علم میراہباد
سریغت اور شریعت و طریقت کا گنجینہ سمجھے گئے ہیں۔ سلیمان
اردو ترجمہ کی صورت میں انھیں پڑھئے۔
مجلد اول — پندرہ روپے
جلد دوم — اٹھارہ روپے
جلد سوم — بیس روپے

احکام شریعیہ ایں از۔ امولانا نقی ایمنی۔ جیسا کہ نام
شہزادہ کی رعایت سے ظاہر ہے شریعت کے احکام
حالہ وزیانہ کی رعایت زمانہ کے تقاضوں اور تغیریز پر
مالکیوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تمام مواد حوالوں سے آر استہ
قیمت غیر مجلد۔ آٹھارہ روپے ۵۰ پیسے۔

تفسیر شبیدی ایں آیات قرآنیہ کی قابل مطالعہ
تفسیر عارفانہ اور تحقیقانہ۔ قیمت — دو روپے ۵۰ پیسے۔
تجاریتی سود اجدید و قدیم دو روپیں عالم کی توشنی
تاریخی اور ہی نقطہ نظر میں تجارتی سود یہ گفتلو۔ زبان
سلیمان، اسلام بٹکفتہ، دلائل تو۔
مواد تحقیقانہ۔ قیمت — آٹھ روپے۔

مدادی سلوک [ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب]
مخطوط نام سے ظاہر ہے۔ اس کا
مطالعہ آپ کے لئے مفید ہو گا۔ قیمت۔ چھ روپے ۵۰ پیسے۔
وحدۃ الوجود اہل معرفت کے مشہور مسلک کی حدۃ الوجود
پر تحقیقانہ گفتلو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بیان اور اس کے اسرار۔ مجلد قیمت۔ تین روپے ۵۰ پیسے۔

مکاتیب گیلس لافی امولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے قابل قدر
خطوط کا مجموعہ معقول و منقول کا خزانہ
قیمت مجلد بلا سک — دس روپہ

امولانا اشرف علیؒ کے خلیفہ شاہ سعید اللہؒ کی نادر تصنیف۔
ایک اوضاع نام سے ظاہر ہے۔ قیمت — دو روپے۔
مکتبہ تجسسی — دی پندرہ روپہ۔

مشکلہ اسلام کا مک

رشیدہ کو رجیلے جاؤ۔

”میں لے جاؤں!“ میں دل بھی دل میں اچھل پڑا۔

”ہاں ہاں۔ نہیں تو بتاؤ کس سے کہوں۔ رات صوفی ناسور بھی دیکھنے آئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی راستے دی کہ جتنی جلدی پر سکے کٹورے شاہ کے مزار کا طوف کرایا جائے ورنہ شہیدوں کا غصہ بہت خراب ہوتا ہے کیا خبر کیا ہے؟“

”مگر اکملی رشیدہ بہن کو میں کیسے ساتھ لے جاؤں۔ زمانہ تو آپ جانئے بہت خراب ہے۔“

”اکیلی نہیں۔ رفیقین بھی ساتھ جاتے گی اسکی جھٹکانی کے اولاد نہیں ہوتی وہ درگاہ میں چادر اور عرضی بھجو رہی ہیں۔“

”پھر بھری رفیقین کون سی بوڑھی ہے۔ دنیا کی زبان کوں پکھتے گا۔“

”اوہ۔ رفیقین کے ساتھ بھی تو پہنچ فرازی ہوں گے۔ انہیں اپنے بچھلے بیٹے کاروڑ گار مانگنا ہے۔ بہت دونی سے بے کار ہے۔“

”گویا تو ایں کی پلٹن۔ کاش آپ ہی نکلیف فرا نیتے۔“

”مجھیں دم درود کہاں بیٹا۔ میری طرف سے بھی تم ہی شاہ صاحب کو سلام پیش کر دینا۔ اور پاں سنا تھا تھلی بیزوجہ کو بھی کیسی کیسی پھوٹ جاتی ہے۔ یہ پھر بھی عالمت نہیں ہے۔“

”جی ہاں پھوٹتی تو ہے۔ پھر؟“

”مزار شریف کی پامنی سے ایک بچکی خاک اٹھا کے شیشی میں رکھلانا۔ مولا چاہے اکسر ثابت ہو گی۔“

”کیا اسکی میں چڑھائی جائے گی؟“

”نہیں۔ سنن حادیہ نیا کافی ہے۔ نہ فائدہ ہوں بلکہ میں چڑھاتے ہیں۔“

”کیا آپ کو تحریر ہے؟“

”تجربہ ہی بھجو۔ نقطہ الاولیہ حضرت داؤد حسن نقشبندی کی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کے کسی مرید کے پیڑی میں کچھے ہو گئے تھے۔ ہزاروں علاج کئے مگر مرض نہ

مجھ سے نکل کر گھر حل رہا تھا کہ شخ خدا بخش میں گئے۔

تابوت شاہ کے خاندان کے سب سے پہلے یا آخری فرد ہیں۔

بہت بوڑھے لا غرہ ضعیف۔ اسی نعلے کے آخری سر پر رہتے ہیں۔ پھر ابہت بوڑھے لکھ بھی یا تو۔

”ملا بیٹے۔ اچھے ہو نا۔ کہاں غائب رہتے ہو۔ تھاری پھوپی جان تھیں یاد کر رہی تھیں“ انہوں نے چکٹے لیتی ہوئی آڈا زین کہا۔

”شرمندہ ہوں۔ ان سے سلام عرض کیجئے گا۔“

”نہیں تم ساتھ چلو۔ تھیں شاید بخیر نہیں تھاری بہن رشیدہ بیمار ہے۔“

”اوہ۔ کیا بیمار ہیں؟“

”آٹھ دن میں چار دورے پڑے ہیں۔ خبر نہیں کیسے دوسرے ہیں دو اعلاج سے کچھ نہیں ہوا۔ عامل صاحب نے بتایا ہے کہ اس پر کسی شہید کا سایہ ہو گیا ہے۔ فلیتے جلاتے تھے اس میں یہ نکلا کہ کٹورے شاہ کے مزار پر چادر چڑھا کر سات پھرے کرائے جائیں۔“

”کٹورے شاہ.....“ میرے دل پر گھونس لگا۔ تھاں وقت اس موضوع سے ذرہ برا بر لپھی نہیں۔ ہمیں ہمیں کی مدد مل رہی تھی میوہ بہن کو میں پھوپی اپنا تھا اور پھوپی کی صاحبزادی رشیدہ بیٹیم اسی رشتہ سے تیری بہن ہوتی تھیں۔ کیسے کہتا کہ جنم میں ڈالو۔

”میں آج ہی ان کی مراج پر کی حاضر ہوں گا۔“

”نہیں بیٹا۔ ابھی چلو۔ رشیدہ کے میاں کو بیماری کا خط گیا تھا وہاں سے جواب آیا ہے کہ تجھے ابھی چھٹی نہیں مل رہی ہے۔ اب بتاؤ تھارے سواؤ کوں سچھس سے کہوں کہ

آبدار بلکہ بھر ہائے ہوار پر ہم دونوں نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق کافی دریٹاٹے پر ہمیں یہ وعدہ کرنے کے لئے بھر میں درد دلت پر حاضر ہو رہا ہوں گھرلوٹا۔ زوجہ نے خوشخبری سننائی:-

”صوبی نمکین آئے تھے میں نے وہیں لوٹا دیا۔“
”بہت اچھا کیا۔“

”مگر وہ کہہ گئے ہیں کہ تھوڑی ادارہ میں آ رہا ہوں۔“

”کہدینا ملادار فنا میں سے کوچ کر جیا۔ کفن دفن کے لئے چند رہ طاویل ہے۔ پھر شاید وہ دُم دبا کر جائیں۔“

”ہم اتنے بے دفاع ہیں ہیں ملا جھانی۔“ صوبی نمکین کی آواز نسائی دی۔ مجھے بارہ سخت نے دروازے کی جو کھٹکتی پر چونکھ کھول دی تھی۔ انہوں نے مسلسلہ کلام باری بر کھا۔ تھمارے سر کی ستم مرکر دیکھو۔ کفن کے لئے بہت بڑھیا اٹھا ہم خود لایا تیرا۔“

”میں مڑا۔ وہ ہیلے ٹرے تھے۔“

”بار باراک ہو۔ انہوں نے مجھے اپنی طرف گھستتے ہوئے کہا ”گریں باقی کی منظوری آگئی ہے۔ میں بہاری سیم کو بھی ساخت لارہی ہیں۔“

”منظوری کے پچھے آہتہ!“ میں دانت کلکلاتے۔

”چلو بیٹھاک میں مرد۔“

”اے تو طکانے کو کیوں دُور ہے ہو۔ جلدی سے چائے وائے لے آؤ پھر درگاہ چل رہے ہیں۔ شاہ صاحب تھامے منتظر ہیں۔“

”میرے گیوں منتظر ہیں؟“

”وس کا بہت سا انتظام تھا میں ہی پردگر تھا۔ ہو یا بڑے خوش فہمت۔ ہم نے شاہ صاحب کے کہا تھا کہ اپنی ہیں انتظام کرنے دیجئے مگر وہ تو تم پر فدا ہیں۔ استقبالی بھی تم سے ہیں لکھوائیں گے۔“

”استقبالیہ؟“

”ہاں یا۔ اب کی خواجہ نقی نے یہ شورہ دیا ہے کہ میں بہاری سیم کی خدمت میں استقبالیہ پیش کیا جائے۔ اُنہیں جو کٹا

چیا جسے کچھے نکلتے اس سے زیادہ سیدا ہو جاتے۔ ایک دن خواب میں انہیں اپنے دادا پیر کی طرف سے اشارہ ملا کہ کٹورے شاہ کے مزار پر حاضری دو۔ وہ اگلے ہی ان دوڑے گئے۔ مزار سے ہدایت میں کہہا ہے قدموں کی خال چاٹتے۔ انہوں نے چانی میں پھر بھی کچھا پسیدا ہی میں پہا۔“

”اللہ اکبر! لیکن نکیسے اور کچھے میں کیا جوڑ بولگا۔“
”ان کی زوجہ کو نکیسے کا مرض اتنا تھا۔ کچھے نیم طرح نکیسے بھی غائب ہوئی۔“

”آپ چاڑا فرماتے ہیں۔ میں نے بھی کہا بہت ہی بڑے بزرگ کی تابہ میں پڑھا تھا کہ بعض اولیاء اللہ کے مزارات کی خال اکیرہ ہوتی ہے۔ بلکہ خواجہ شمس علی ہفت بکشاد کی خال مزار کے بارے میں توہین ناک لکھا تھا کہ آنکھوں میں سرمه۔ کی طرح لکھا تو مخلوق کی نظر و سی غائب ہو جاؤ۔ خدا جانے یہ مزار کہاں ہے۔“

”اب نہیں ہے تھا بھی۔ شاہ مردار یہ نے اسکی تابیخ نکھلی ہے۔ فرنگی قدم جب تک ہن وستان میں نہیں آئے تھے یہ کھڑا اصلح تورہ میں خلن خدا کی رجو عات کا مرکز بنا ہوا تھا جس دن فرنگی نے قدم رکھایہ کھڑا سے سے سرک کر تھوڑا ہاڑ کے دام میں جا پہنچا۔ پھر فرنگی نے دغل فصل کر کے حکومت بنانی تو یہ غائب ہی ہو گیا۔“

”مرا غائب ہو گیا!“ میں نے آنکھیں بچاڑیں۔

”ہاں بیٹا۔ خواجه فتح علی بڑھی خیرت ولے اولیا۔“

”حضرت چن شاہ نے اپنی کتاب جوہر انگریز مرثی میں خیال نظاہر کیا ہے کہ وہ اپنا مزار شاید تبت میں لے گئے۔“

”بہت بڑی جگہ لے گئے۔ وہاں تو اب کیونٹوں کا راج ہے۔“

”ہوا کرے اس سے کیا ہوتا ہے۔ جیسیں کا بادشاہ اب بھی ان کا کچھ نہیں بکھار سکتا۔ ذرا ابے ادبی کرے گا تو جان سے ہاتھ دھوئے گا۔“

”مٹرک ہی پر کھڑے کھڑے رو حانید کے در بارے

بھی منگرا لیا گیا ہے۔

"میں بے حد صرفت ہوں۔ تم میری طرف سے کہہ دینا کہ جائے استقبالیہ کے حافظہ کی کوئی پھرٹکتی سی غزل یا عمر خیام کی دد چارہ را عیاں فرم کر اسے میش کر دیں۔"

"جو کچھ بھی مشورہ دینا ہوتا ہی پل کر دو۔ عس کے دن ہی کے رہ گئے ہیں۔"

"بھائی تکین۔ تم نہیں جانتے آج تک میں کس مصیبت میں ہوں۔ زمین سخت آسمان ڈور۔ چائے کی بھی امید دست رکھو۔ بڑت فیل ہو چکا ہے۔"

"مکال کرتے ہو۔ کونا ہم مرغ پاؤ مانگ رہے ہیں۔"

"دیر نہ گرد۔ جلوہ انڈا سب حل جائے گا۔"

"چھپھوندر کے انڈے بھی ٹھکائے ہیں جاتا ہے۔"

"سب کھلے ہیں۔"

"اور جو ہے کا حلہ؟"

"وہ بھی کھایا ہے۔ ہم تھارے جانشی میں آنے والے نہیں۔ چائے تھاری زوجہ بڑی عجیب بناتی ہے۔"

"ہماری زوجہ پر تو خدا کی بھٹکا رہے۔ میری زوجہ تو شیطان کی بھٹکاری ہے۔ چائے کو کہو تو بھٹکنی مارنے درڑتی ہے۔"

"انڈے ادھر سے کاتونا ہیں۔ ہی سترکر چٹا ھیچخ مارتی ہے۔"

"ہاں ہاں ایسے ہی نیک ہوتا۔ جاتے ہو یا ہم خود بسان کو پکاریں۔"

"وہ بہری بھی ہو گئی ہے۔"

"تم ہونگے ہو گے بہرے۔ اچھا ہم تو۔ ہم آزمائے لیتے ہیں۔"

"یہ کہہ کروہ بند کوارٹ کی اوٹ میں پہنچے۔ میں نے بھی غنیمت جانا کہ وہ خود کہہ سن لیں۔ میرے پاس الفاظ ہی نہیں تھے جن سے زوجہ کی خدمت میں ناشستہ کی درخواست پیش کرتا۔"

"بھائی صاحبہ اسلام ایک" وہ آواز بلند شروع ہو گئی "چائے ذرا جلدی بھوادیجئے۔ مسلمانوں کو ہمارے ساتھ ایک

ضروری کام جانا ہے۔"

"بھجو اور ہی ہوں آپ تشریف رکھئے۔ اور انھیں ذرا اور ہر چیز بخجئے۔ زوجہ کا جواب آیا۔

"جاوہ پیارے دغا بازار۔" صوفی تکین کا ہمہ نا تھاد تھا۔ میں گردن لٹکائے اندر آئنا۔ ذہنی کیفیت اُس سے مختلف نہیں تھی جو کئی دن کی غیر حاضری کے بعد اتنا دا کے آئے پہنچا ہے۔

"اب یہ بھی ہو اکرے گا؟" زوجہ دبی آواز میں کہتے ہوئے فتحے ٹھوڑا۔ یور غصت کے قبے مگر انکھوں میں بتتم کی بھی جھماک نظر آئی۔

"مجھ پر طلاق ذمہ داری حاصل نہیں ہوتی۔ تم بھائی دہ جیٹھو چائے کی پتی نہ ہو تو مراد آبادی تباہ کو جھوٹا دو۔ دو دوہ نہ ہو تو جو کسے کا گھولن ڈال دیشکر کی جگہ نہ کس بھی پلے گا۔ حلواہ مکار بے بتوں کا بھی بن سکتا ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔"

اس نے بات نہیں کافی میں ملکر تکر بھجے دیکھتی ارہی دیکھتے دیکھتے آنکھوں کا بشم ہرے پر بھیل گیا۔ میں پی بکوس سماطلاب خود بھی کم ہی سمجھا تھا۔ وہ آخر کار بولی۔

"جائے باہر بیٹھئے۔ میں کچھ نہ کچھ کر قی ہوں۔" اور پسروہ منٹ بعد میں نہ صرف چائے مل گئی تھی بلکہ سوچی کا حلواہ بھی ساتھ تھا۔ انہوں کا خلا تکین بکھر نے پر کر دیا تھا۔ صوفی حصہ چخارے لیتے ہوئے بوئے۔ "کاش ہیں بھی ایسی بیوی ملتی۔ قسم قرآن کی ایسی خوشی پتے ٹڑی ہیں کہ جی چاہتا ہے اس کے اینٹ ماریں یا اپنے اینٹ ماریں۔"

"تو طلاق دے کر دو سری جو گر لو۔"

"یہی تو مشکل ہے۔ بد سخت کو دس دفعہ طلاق دی مگر کو اس کیے جلی جاتی ہے کہ میں نہیں مانتی طلاق۔ بتاؤ کیا کر لیں۔"

"گھر سے نکال دو۔"

"وہ اٹاہیں گھر سے نکال دے گی۔ پڑھائی ہے۔"

وہاں میں اس غرض سے پہنچا تھا کہ کچھ بھی ہموج
اصل حقیقت ظاہر ہی کر کے رہوں گا۔ منکر وہاں تو
سر جوشید مع اہمیہ جلوہ طراز تھے۔ سنجشید آپ کے لئے
نہیں ہوں مگر میرے لئے نہ نہیں تھے۔ وہ اور ان کی
ایسے بھگے اس وقت سے جاتی ہیں جب صریح
کی درگاہ میں خواحد کھڑے ہٹرے رحمۃ اللہ علیکی
سلوک چوبلی مناسی تھی۔

برآمدے ہیں مرے سب کافی اڑا رہے تھے۔
نشست یوں تھی کہ سنجشید اور سیطھ غایتہ نیز کے
ایک طرف۔ زوبیا اور سرجشید مقابل کی کرسیوں پر جو یا
وقتی طور پر جوڑے بدلتے پہنچا ساروں مان سید کیا اگیا
تھا۔ میرے لئے ملازمتے پانچوں گرسی ڈالی۔ دسمی
علیک سلیکے بعد سرجشید بولتیں۔

”وہ ملا۔ تم آج بھائی دیر میں دھکائی دینیاں گے“
یہ ان کا مرغوب طرز لفٹنگ تھا۔ ہو سکتا ہے انکی
والدہ انگلکو انڈن رہی ہوں۔ وہ بہرالحال بخوبی
الطرفین تھیں۔ مگر ان کا خیال تھا کہ چونکہ ان کا
بچپن ہانگ کانگ میں لگڑا ہے اس لئے لفٹنگ
ہندوستانی لب و لمحے میں نہیں تھیں جائیں تھوڑا
سا ولائی تھی فھنایں رومن کارس ٹھوں دیتے ہے
یہ عقائد میں شاید و راثت میں ملا تھا اور سرجشید
بھی ان کے عقائد میں محل دینا مناسب نہیں تھے
تھے۔ عقائد میں رہی ہوگی۔ خال و خذر یادہ دلکش نہیں
تھے لیکن ہانگ گور اتھا جسیں ہیں سرخی کی آمیزش تھی۔
میکا سے بھی غفلت نہیں بر تھی تھیں۔

”غصیمت جانتے مجرم کہ ہم دھکائی دینیاں گتتا
ورنہ حالات تو ایسے در دنا کہیں کہ ہم دنیا سے غائب
ہو جانا مانگتا۔“

سب نہیں دیتے۔ یہ بچپنی بات تھی کہ سرجشید
ایسے انداز کی نقل پر بر انہیں مانثی تھیں۔ مگر میرے نے
حصیس کیا کہ نہ بی باؤ جو دنہس پہنچنے کے بر ایمان تھی،

لیک دفعہ ہم نے غصہ میں اگر دھپ رسید کر دیا تھا۔ اس
مردو نے سل کا بیٹھ پہنچنک ادا۔ وہ تو ہبھارے بازوں پر
پر گاہوڑ خدا جائے کی حشر پر تادر اصل وہ دہائی خانہ
سمیے ہے کہ تو ہبھارے کے عربوں میں رنڈیوں کا ناج کیوں دیکھتے
ہو۔ سور کی بچی کو سر اس سمجھا یا کہ وہ رنڈیاں نہیں ہوتیں نہیں
عاشقانہ اولیاء ہوتی ہیں۔ گلزار تصوف کی تسلیاں ہوتی
ہیں۔ دریاۓ طریقت کی مرغایاں ہوتی ہیں مگر الٹی کھوپڑی
جو تھیری۔ کے چل جاتی ہے کہ مجھے پاکی مت بناؤ میں خوب
جانتی ہوں تم ضوفیوں کے چھپن۔“

”خدایا۔ تصوف پر ڈرام کٹ حملہ“ میں تشویش
آمیز بچج میں کرماء۔

”اے دہائی بکابی کیا جانیں تصوف۔ اسی بات
پر تو ہم نے دھپ اڑا تھا کہ عزادوں کی شان میں اول نول
شکے چلے جا رہی تھی۔“

”تم اخباریں جو طلاق نکلیا ادؤ۔“

”نہیں یا۔ اس شیطان زادی نے تیزاب کی بول
منکار کرتا لے میں سینت لی ہے۔ کہتی ہے اب کی طلاق
دے کے دیکھو بول تھا اسے سر پر توڑوں کی پھر جا ہے چنانی
ہی لگ جائے۔“

مہونی نمکین کامگاں یہ تھا کہ کہہ بھی رہے تھے اور
کھا بھی رہے تھے۔ میں پورے انہماں سے ان کی دل گداز
آپ بیتی مستشار ہاتھا اور وہ مأکولات کی صفائی کر گئے
تھے۔ میں اگر اس تھا کرتا تو شاید وہ یہی کہتے لہذا من
بفضل ربی۔

کیوں بانی مس بہاریم اور استقبالیہ وغیرہ کے
ہارے میں درگاہ نسبورے شاہ کے محترم سجادے شاہ
بہریانی سے کیا گفت و شدید ہوتی اس کا انتساب
مقابلہ عامہ کے خلاف ہو تھا اس نے ان را زہاۓ
سرستہ کو اپنے ہی تک حی و در کھتے ہوئے آپ کو غایت
منزل کی طرف لے چلتا ہوں۔

سیٹھ عنايت نے خوش مزاجی کاماظاہر کیا۔ ”چھوڑو
ڈالوں تک۔ میں گاڑی بھیج کر منگوئے لیتا ہوں۔“

”ایسی سیما۔ میں دیکھتی ہوں یہ کیسے نہیں پتے
میرے ہاتھ کی چاۓ۔ مخفی بھرمنک ڈالوں گی۔“ وہ
تیز قدموں سے خون کی طرف بڑھتی جلی آئی۔ حاضرین
بے محکمی نے مشترکہ فہرستہ اچھا۔

”تم بڑا نالائق ادمی ہونا مانگتا تھا۔“ مسٹر جمیش
نے میری کمر پر ٹکرایا چھپلی کافی۔

”چھوڑا نالائیں کون ہے پہ بھی وضاحت ہم آپ
سے چاہئے مانگتا۔“ میرا مود پھر خراب ہو گیا تھا کیون
یہ تو خدا ہی جانے۔

”اچھا عزیزم۔ ندائی ملتوی۔ تھیں ایک بار
پھر رجولی جانا۔ ہے۔“ سیٹھ میری سست دیکھتے ہوئے
سنجیدگی سے بولے۔

”میرے فرشتے بھی نہیں جاسکتے۔ اب کیا ضرورت
پڑی۔“

”ڈیر جمیش کو بھی چادر چڑھانی ہے۔“

”کیوں چڑھانی ہے۔“ میرا بھی خراب ہی تھا۔

”شدید ضرورت ہے۔“ یہ کہتے ہوئے سیٹھ نے
مسٹر جمیش کی طرف سوالیں انداز میں دیکھا۔

”اسے ملا بیٹھے سے کیا پردہ۔“ مسٹر جمیش شفقت

بھرے انداز میں بولے پھر میرے طرف متوجہ ہوئے۔

”تھیں عزیزم یہ سنکراں سوس ہو گا کہ تھکھلے چند

ہینوں میں بھے زبردست لاس ہوا ہے۔ جس طور پر

پر داؤ لگا یا وہی ہر دود ہا ر گیا۔ اب ایک لمبا اوڈیپل

دی گریٹ پر لگا ہے جا رہا ہوں۔ اس دفعہ بھے بتنا ہی

چاہئے ورنہ تباہی آجائے گی۔“

”بھر ریس سے ڈپی نہیں۔ اور کوئی موضوع
چھیرتی۔“

”موضوع سے چھا۔ تم سے مشورہ نہیں لیا جا رہا
ہے۔“ سیٹھ غسلتے ڈیپل کی کامیابی کے لئے چادر

”لچک تو لگے نہیں نقل اُتارتے ہوئے۔“ وہ
کٹ کھنے لچک میں بولی۔

”نقشل نہیں یہ شہزادی صہاجہ جنم مسٹر
جمیش کو دیکھ کر میں واقعی اپی مادری زبان بھیوں جاتا
ہوں۔“

اس پر بھی سکر اپنیں اکھر میں مگر زوبی کا
چہرہ کشیدہ ہو گیا۔ وہ کافی کی پیالی کو پنچھے کے انداز
میں میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

”تم بھوٹ سے ٹھوول باقیں مت کیا کر وہاں پر
ہوئے خود تم۔“

انداز دس برس کی بھی کا ساتھا۔

”بھے چائے چائے۔ کافی میرے بیس کاروگ
نہیں۔“ میں نے موصوفہ کو اس انداز میں دیکھا جیسے
ان کا کلام بلا خات نظام سنا ہے اسے نہ ہو۔

”وہی سانی جو ٹھیک ہے۔ کون بنائے گا آپ کے
لئے چائے۔ خلیمہ قباز اور کافی ہے۔“
”پھر میں خون کے ٹھوٹ پینے پر قاعدت کروں
گا۔“

”اوہ شہر ملا۔ تم کافی کی موجودگی میں چائے مانگتے
الدم چادری کا فک۔“ مسٹر جمیش نے لہجے میں تحریک شامل
کرنے ہوئے کہا تھا۔

”پھر میں مٹکائے لیتے ہیں۔ کوئی کیا راتے
ہے۔“ سیٹھ عنايت نے زوبی کی طرف دیکھ کر مستقرانہ
انداز میں فرمایا۔

”درہ رہے پاس ہوں بھی کو مصیبت بھری نہ پڑے
گی۔ ندا جانے لوگوں سے جائے میں کر کیوں نہیں آتے۔“
زوبی جھلا بھی کی تھی لکڑا ہدھی کی تھی۔

”میں آپ کے ہاتھ کی چائے پسند نہیں کرتا۔ کیا
قندہ ٹھوول زہر مار کرنے سے۔“ میں نے زوبی کو
ہاتھ کے اشارے سے روکنا چاہا۔

”تم دلوں تو ڈنڈے ہاتھ میں لے کر لڑا کرو۔“

خاکہ حانے کے پانی میں کئی اوس نمک ضرور جبو نکا
گیا ہو گا۔ بعد تینیں پسی ہوئی ترچیں بھی ہوں دی
کئی ہوں۔ مجھے جھکتا دیکھ کر زوبی نے جلدی سے
خود ہی پیالی تیار کر دی۔ میں نے طرتے سنتے اٹھا
کر ہوتکوں سے لگایا۔ خدا کی شان ہے نہ نمک نہ
مرچ۔ اعلیٰ درجے کی خوش ذائقہ پاٹے تھی۔ مجھے
پل بھر کو تحریر ہوا۔ لگر شکر پہ ادا کرنے کے بھائے میں نے
براس امتحنہ بنا یا اور ابکا (لی)۔

”کیوں اس پر قلمدھانی ہو؟“ سیدھے نے
زوبی سے کہا۔ لمحہ بڑا ترحم آمیز تھا۔
”اے ڈری بائے۔ مجھے ہٹو۔ تم تو شاید تے
کر دینا مانگتا۔“ منیر جشید نے تکلیف ایسی ہوئے
اپنی کمر سی تھی سر کاٹی۔ وہ ہیرے بلڑے ہوتے مخفی
کو دیکھ کر خود بھی مخفی بھاڑا ہی تھیں۔

”نہیں تم تے گرنا نہیں مانگتا چاہے دل جگر
سب کٹ کر اندر ہی اندر ہے گانا مانگتا۔“ یہ کتنے
ہوئے میں نے پوری پیالی دھکوں لی۔ ایک پیالی
اپ بھی لیجئے ختم ہے۔ میر اخاطب منیر جشید سے تھا
”نہیں مانگتا۔“ اوشیطان۔ وہ اب تم اور کیا
کرنا مانگتا۔“ وہ مجھے مزید پیالی تیار کرتے دیکھ کر
باریک آوازیں چینی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ شاندار جائے کی دو پیالیاں میں نے
مکمل تجوید کے ساتھ عادی کترکے معدے میں آتائیں
زوبی انھیں تک پیٹھی نہیں تھی۔ حکڑے کھڑے میری
طرف اس طرح دیکھے جا رہی تھی جیسے میں نے کھو نظر
بھرنے تأمل کیا تو سر پر دیکھ بجاءے گی۔ وہ شاید
نیم پاگل تھی! سیدھے اور منیر جشید اس لا یعنی قسم کے
متظہشو خدا ہی جانے کس نقطہ نظر سے دیکھ رہے
ہوں گے۔

بہر حال کر کے نے چائے کے برتن سیدھے۔ وہ
ناشتر کے برتن رکھ کر واپس آگیا تھا۔

چڑھاتی ہے اور یہ تم ہی چڑھا کر آئے جے۔
”میں نے بھی چادر نہیں چڑھاتی۔ وہ تو آپ کو
دھو کا دیا تھا۔ تھاں حافظ پیغمبر لیکر فوج کو پرستے
مٹھائی ادھار پکر گئی۔ سو کا نوٹ یہ رہا میری
جب میں۔“ فوراً ہی میں نے نوٹ نکال کر آئے
پڑھایا۔ سیدھے ہنس دیتے۔ ظاہر ہے اخھوں نے
تفتن ہی بھا تھا۔

”نوٹ حب میں اکھو۔ تھماری یہی تو ادا ہیں۔
میں ٹھپ جاتی ہیں۔ موسم بڑا چھال ہے کاڑی لیکر
ابھی نکل جاؤ۔“

”خدا مجھے بھی اور موس کو بھی خارت کر دے۔
آخیر آپ ہی دونوں حضرات یہیں چلے جاتے۔“
میں نے سر اور سر جشید کی طرف رخ مردا۔

”مگر تھمارے ہاتھ برتکتی ہیں۔ اوفہ نہ سماں ای تین
عذالت کو ملنے کے بھلا کیا امکانات تھے۔ بھر دیکھو
لی ہی گئی۔ ہم نے بھی سبزی رنگ کا ٹیری کاٹ خریدا
ہے۔“

”گلانس۔“ منیر جشید ٹھکھا تھیں۔ ”ہم بھی چلیا
تفریح ہونا مانگتا۔“

”میرا بارٹ فیل ہونا مانگتا۔“ میں جھلایا۔“ پتا
نہیں آپ لوگوں یو ٹیورٹیوں میں پڑھ کر بھی
اس قدر رذقیاں کیوں ہیں۔ ہر دے ریس جتوں میں
یہ باور کر لینا پاگل ہیں کے علاوہ اور کیا ہے۔“

”تھیں میں زوبی طلوع ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک
ملازم چائے کی طرف اٹھا شے ہوئے تھا۔ میرے میز
پر رکھ دی گئی۔ زوبی نے مجھے تکلانہ لیجے میں خاطب
کیا۔“

”جلو پیو۔“ ساتھ میں کچھ کھانے نہیں دوں
گی۔ کر کے یہ تاشتے کی پلٹیں اٹھائے جا۔“ تکریکے
نے قیل میں دیر نہیں کی۔ مجھے اور دسر دوں کو لقین

”یہ پاٹیا ہیں پلے۔ آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔“ زوبی ترکخ کربولی تھی۔ خدا جانے وہ جھلہ کیوں تھی تھی۔

”مگر چلکنڈ اور فرنٹیر تو شریک ہو رہے ہیں اس ریس میں۔ ملا بیٹھے مذاق مرست کرو۔ کیا وادی قعی پکھ الہام دغیرہ کام مقاطعہ ہے۔“ سر جشید سرپا شوق بن گئے تھے۔

”کیوں نہیں ہے۔ مجھے یہ شک بتا دیا گیا ہے کہ سیطھ فقیر داس کا بٹوٹا اس رس میں ٹھوکر تھا کے جائی کو کرا دے گا۔ جا کی مرجانے گا پھر بٹوٹا کو بھی گولی مار دی جائے گی۔“

”او ملا دارلنگ تم تو بڑا کام کا آدمی نکلتا نہیں۔“ سر جشید نے کرسی میسرے بالکل ہی قریب سر کالی ”لپنے“ کو اتنے دن سے لاس ہی لاس چل رہا ہے تم نے بھی اپنا الہام سے ہمارا برد نہیں کرتا تاں کا۔“ ”ہمارا الہام بھی بھی اوندھا بھی ہو جانا ملتا۔ لعنت بھیجے۔ آپ لوگوں کے لئے ٹکٹوڑے شاہ ہی ٹھیک ہیں۔ تو سروہ درخواست۔“

”درخواست کی ضرورت نہیں ہے۔“ سیطھ نے رقمہ دیا ”خواجہ نور الہی صاحب کہہ رہے تھے کہ اولیا اللہ کو سب کچھ پتارہتا ہے۔ وہ حادر حضرتھانے والے کی دلی مراد کو آپ سے آپ جان لیتے ہیں۔ ہم نے کوشی درخواست پکھی تھی۔“

”اور کما اولیا رہی جو طفیرے۔“ سر جشید نے زور دار تائید کی ”ویسے لوہم درخواست بھی لکھ دیتے ہیں۔“ انہوں نے جیسے قلم نکالا کاغذ بھی فوراً ہمیا کر دیا گیا۔ کچھ دیر بعد ذیل کی درخواست تیار تھی۔“

”اسے ولیوں کے ولی۔ پیروں کے پیر۔ دشیز عالمگیر۔ جتاب کٹوڑے شاہ راضی بالشہ فانی فی اللہ باقی بالشہ۔ میں سر جشید سن آف رستم جی مرغی والا آپ سے درخواست کرتا ہے۔“

”یہ بنتن رکھ کر تھاٹی کے ڈبے گھاڑی میں رکھ دو۔“ سیطھ نے کر کے کو آرڈر دیا ”بزرگنگ کا ایک تھان ہاں کمرے کی گول بیز پر رکھا ہے وہ بھی گھاڑی میں جائے گا۔“

”میں بچ کر رہا ہوں محترم قبلہ۔ آپ کی چادر اوڑھانی درگاہ تک نہیں پہنچ سکتی۔“ میں نے چہرے پر کمال درجہ متانت پیدا کرتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔

”ہاں ہاں نہ پہنچی ہو گی۔“ تم ٹھرٹے ہو۔ دیر جشید تھارا جانا ضروری نہیں۔ کیا بھول کے تھیں مرزا کاؤس سے ملتا ہے۔“

”ضرور چلنا ملتا۔“ سر جشید حکیم ”احٹر ڈارلنگ۔“ یہ فقرہ انہوں نے شوہر نامدار سے کہا تھا۔

”نہیں“ سر جشید نے دستی ٹھرٹی پر نظر دالتے ہوئے فرمایا ”گیارہ بجے مرزا کاؤس سے ملتا ہے۔“ دی پیل دی گریٹ پہلے انھیں کے پاس تھا۔ ملا بیٹا تم ہی ہواؤ۔“

”ٹھرڈر ہر آؤں گا۔ مگر آپ کوئی درخواست تو کٹوڑے شاہ راضی اللہ عنہ کے نام لکھ دیں۔ انھیں آخر کم سے معلوم ہو گا کہ ڈمبل دی گریٹ کو جانا ہے فرض بھی انہوں نے چلکنڈ یا فرٹر کو جتنا دیا۔“

”ذوہ۔“ تم تو کہہ رہے تھے فھرے ریس سے دیکھی نہیں۔ ھوڑوں کے یہ نام کیسے معلوم ہوئے۔“ سر جشید تعجب سے یوں۔

”مرشد حمزة اللہ علیہ کافیضان۔ میرے جنت مکانی شیخ ہر مناسب موقع پر بھے الہام سے فوٹتے رہتے ہیں۔“

”ٹیٹاڈیمیر اپھر تو وہ یہ بھی بتا سکیں گے کہ اب کی کونسا ھوڑا جیتے گا۔“ سر جشید کا لہجہ لجاجت آمیز رہا۔

اندر چلی گئی۔ چند منٹ بعد سیدھے بھی اندر گئے۔
”جاو بیٹے۔ شاباش“ مسٹر جمشید نے میری کمر پر
چکی دی۔ مگر خاڑی میڈرا سنبھال کر چلا۔ اور دیکھو
منو۔ یہ کہکروہ میرے بالکل قریب آگئے اور
سازدار افسوس ہے جیسیں بولے۔

”یامین ذرا کمیکتے۔ وہ چہاں بھی کوئی یہوئی
فل منظر دیکھے گی ضرور تھے گی کہ حماڑی اروک کر سمجھے
دیہاں رکو۔ خبردار اس کے کہنے میں نہ آنکھ کم سے
کم جاتے ہوئے تو کہیں ہر کناہی مرت۔ چادر جڑھو
جاتے ہیں پھر کوئی بات نہیں۔ یہ لو۔ سور و پیش جادے
صاحب کئے۔“

”میرے بہت بھی محترم بزرگ۔ آپ افسوس وک
ہی کیوں نہیں لنتے۔ کیا آپ کا حکم وہ مال سکتی ہیں؟“
”بیٹے۔ یہ تو تم نہیں بھتے۔ جب بیوی کی
حشر تو ہر سے بہت کم ہوتا تو توہ بیوی نہیں شوہر ہوتی
ہے۔ جاؤ خدا حافظ۔“

میں کاٹھ کا اتو بلکہ حکم کاغلام شاید ماخواہ لے کر
زیر اثر حرکت جنس کر رہا تھا۔ یامش کاغذ کا نظر میں
وہیں کے آگے جامیٹھا اور دروازہ اس زو سے بند کیا
کر لے جانا ہوتا تو غلوٹ ہی جاتا۔

چار ہی میل کے فاصلے پر ایک تالاب تھا۔
کھارے پر پیڑوں کا جھنڈ اور اس کے پس منتظر میں
بڑا ساٹھا۔ ایسے منتظر لکھ ہوتے ہی ہیں مسٹر جمشید
یعنی یا سین صاحبہ کلکاری مارکر بولیں۔

”ملادی گریٹ۔ تھوڑا منٹ یہاڑ جانا ملتا
وندر فل اورٹ۔ آف دی بیجر۔“

”بریک فیل ہو جانا ملتا محترم مکرم۔ آپ
گردی سے ملک تھا کہ سو ہی جاتے۔“
”مائیں۔ کہا کہا بریک فیل ہو جانا ملتا یا میں
کھارڈا بکیا ہو جانا ملتا۔“
”ہم دونوں چشمیں جانا ملتا۔ آپ کہہ بیٹھ بروہ۔“

کہ اب کوہیں میں دیپل بوجا دیجئے۔ میں تندیگ
بھرا پ کاغلام رپوں گا۔ میری ستر کی طرف سے
بھگی اڑخواست کا مضمون واحد ہے۔ فقط
والسلام۔ خائس اسٹر جمشید۔
مضمون کی ہم سے تعریف کی۔ بس زوبی کی کمان
چڑھی ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ اندر پری اندر کیوں افٹے
چار ہی تھی۔ دفعتاً مسٹر جمشید ٹھنڈھا میں۔
ڈارنگ۔ حلوزا ہم بھی چلنا مانگ۔ ڈارٹ جلنے کو
مانگتا۔ زوبی ڈیر چم بھی چلنا مانگ۔

”انہیں مسٹر جمشید“ سیدھے معدالت کے لمحے میں
بولے ”زوبی کو مسٹر جمشید کے ساتھ مزرا کاؤس سے
ملنے جاتا ہے۔ آپ چاتا چاہیں تو ملا کے ساتھ جسل
جائیں۔ شام تک تو لوٹ ہی آنا ہے۔“
”میں آج کہیں نہ جاسکوں گی۔“ زوبی جھلاتے
ہوئے لمحے میں بولی ”سرمیں شدید درد ہے۔“
”یہ کیسے پوسکتا ہے۔ ڈارنگ مزرا کاؤس
بہت بُرا مانیں گے۔“

”چھر آپ بھی ساتھ چلیں۔“ زوبی نے کہا۔
”بھول گئیں۔ میں تھیں بتاچکا ہیوں کر آج ہی
کھی اپا منٹ ہیں۔ تم تو مزرا کاؤس سے ڈیک باریں
ہی ٹکی ہو۔ کس قدر شاندار آدمی ہیں۔ تھاڑے تو
بڑے ہی مدرج ہیں۔“

زوبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ منہ مبنابرہ گئی۔
الٹ بیٹ کہ بات یہیں بخاتر اور سب لٹنی شے
کام جائیں تھے مسٹر جمشید میری چھاتی پر منگتے تھیں
گی۔ وہ تیز قدم ہوں سے چل کر پہلے ہی کاڑی کی چھٹی
سیدھے بد فروکش ہو کی تھیں۔ یہی نے بہت کہا سنا
کہ میرے ساتھ ان کا جانا منسا سب نہیں ملکر کوئی
ششوٹی نہیں ہوئی۔ زوبی کے ہنڑوں کو کو دفعتہ
جیسے تالاگ گیا ہو۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اب
روپی اب روپی۔ چھروہ میری ارخصت سے پہنچی

”عورتیں نہ اچھی ہوتی ہیں نہ خراب۔ آپ اپنے شہر کے بارے میں غور فرمائیں۔“

”اکھوں نے بھی جھسے بے وفا نہیں کی۔“

”کیا آپ ان کی دُم میں بندھی رہتی ہیں۔“

”کیا لکھتے ہو۔ میں بد تیزی پست نہیں کرتی۔“

”چڑھا پوٹ ہوتی ہیں۔ جھپر بھی بھی بد تیزی کا دورہ پڑتا ہے۔ کتنے کی طرح کامنے دلتا ہوں۔“

”ہوش میں رہنا۔ کیسے لوٹ جاؤں کیا سپل

لوٹ جاؤں۔“

”ابھی اتنا ہوش تو ہے کہ آپ کو واپس چھوڑ آؤں۔ فرمائی کہاں جانا مانگتا۔“

”وہ دونوں تو مرا کاؤں سے ملنے جا بھی چکے ہوں گے۔ میں مرزا کاؤں کا ھر نہیں جانتی۔“

”غایت منزل چلے چلتے ہوں تو سیوط غایت سے نہ گئے ہوں۔ ماچلے چلتے ہوں تو سیوط غایت سے

مرزا کاؤں کا ٹھکانہ معلوم ہو جائے۔“

”اچھا ایک منٹ بھیرو جھسوچنے دو۔“ وہ ماری سے اصریر کر سہارہ لئے کھڑی تھیں۔ میں اپنی سیدھی پر تھا۔ جھوڈ پر بعد وہ دفعتًا اچھی سیوط پر آئیں۔

”جہنم میں بھونکو۔ ہم بھی تفریخ کرنا مانگتا جشید ہو سط سے میں بعد میں منٹ لوں گی۔“

”م مگر محترمہ۔ جھپر دوسرے کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ تم سے کم بچھی سیوط پر بیٹھیں۔“

”تم خھسے زیادہ طاقتور تو ہو نہیں۔ چاٹے اوار مارکر منھ لال کر دوں گی۔ چلو اس طارٹ کرو۔“

”میں مرزا کاؤں کا آفس جانتا ہوں۔ وہاں سے ان کا ھر بھی معلوم ہو جائے گا۔“

”کہہ تو دیا جنم میں ڈالو۔ وہ کمینہ الگزوں کے ساتھ ہے تو میں تھارے ساتھ ہوں۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں اس کی دُم میں تو بندھی نہیں رہتی۔

”یہ سب مرد ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ ہم عورتیں خواہیں“

ہونا مانگتا اور ہماراOLF کسی تیم خانے میں داخلہ لینا مانگتا۔“

”تم کیا بکار کر دے ہے ہو۔ گھاڑی بلکی کرو۔“ ان کی آواتر میں خوف کی لرزشی تھی شاید اسی لئے خالص مادری بول سکی تھیں۔

”کیسے ہلکا کروں۔ بریک کام نہیں کرنا مانگتا۔“

ویسے گھرستے نہیں کیٹورے شاہ تی درگاہ پر گاڑی آپے آپ توک جائے گی۔ وہ لپٹے ہم انوں کو بے سہارا نہیں چھوڑنا مانگتا۔“

”مجھے در لگ رہا ہے۔ میں تو اچھی سیوط پر آؤں گی۔“

”کیسے آئیں گی پھلانگ کر آسکیں تو ضرور آئیں۔“

”د فریبیک پر اور زور دو۔ میں تھارے سر پر دو ہھر سید کر دوں گی۔“

”شمش اللہ۔ ہم دونوں شہید کتوہ کہہ ایں گے کیونکہ دو ہھر تھا کہ تیرا داعی عرش معنی پر تھج جائے گا اور گھاڑی سر کے بل بقص کرے گی۔“

”کباڑا کر دیا تفریخ کا۔ میں کتنے اچھے ہوں گے تھی۔“

آپ کی اپنی چمپر شاید اور لوٹ ہو گئی ہے۔ ذرا سوچا تو ہوتا کہ آپے ہبندیوں نے اکیلے آپ کو ادھر کھوں و روانہ کر دیا۔“

”کیوں کر دیا۔“ وہ حسیے اچھل پڑی ہوں۔

”بہت بھولی ہیں۔ کیا زوجی کے حسن کا تھیرہ گا کر سناؤں۔“

”اطیط۔ حرام خور۔ اب بتارہے ہو۔ ٹماڑ گھاڑی۔ کہیں سے بھی مرن لیکر نہ طاڑ۔“

”بریک اب ٹھیک ہو گئے ہیں۔“ میں نے گھاڑی اروک دی۔ ”فرمائی۔ نیچری ملکشت کرنا مانگتا یا بھاگ بھاگ سر جشید کی خبر لینا مانگتا۔“

”چ بتاؤ کیا زوجی خراب عورت ہے؟“

ایک پتھر میں سے جو بڑے پر اتنی ازورت سے لگ کر نافذی یاد آئی۔ وہ یقیناً مہم طریقی فرشکار تھی۔ میں ایک درخت کی آٹلیکر اسی میں مدد و بھی خرکات دیکھتا رہا۔ رفتہ رفتہ اس کی سرگرمی کم ہوئی پھر دیکھتے دیکھتے وہ گری اور زمین پر بھیل گئی۔ میں دوسرے کو قریب پہنچا۔ انہیں پورا ڈبیر اس کا جست بہاس کئی جگہ سے پھٹ پڑا تھا۔ انہیں بند قبیر، میانی تیر جعل رہا تھا۔

اب کیا ہو۔ سڑک فی الحال سننا تھی۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر لٹا کر سمجھی۔ سیٹ پر ٹالا اور گماڑی کے میں اس تار کر شہر کی طرف مدد دی۔ کم بخست ہمیں مر رہتی تو اور جان غذاب ہیں اسکی جس قدر جلد ہو سکے اسے زندہ غماٹت میزیں تک پہنچا دیا سخت ضروری تھا۔ اسی خیال سے میں نے پلی سڑک کا ماکرو اسٹریٹیکر کرنے کے بجائے کھاڑی دا ہیثہ ہاتھ اس کی طرف پر ٹھاڑی جس سے شہر کا فاصلہ ایک ڈبڑھ میں کم بھوتا تھا۔ اس پر عموماً اپنی فاتح کی سیل کھاڑی والی حلتوں تقریباً نصف میں سماں کھڑا اکھا تھا پھر یہ سخت کر دی کی تھی چڑراں اسی پتھر کا کہ دھاڑیاں پر اپر سے لگڑھاں۔ تک جیس گردش میں آتے ہیں تو آدمی دو گولی کا نہیں رہتا۔ سامنے ایک گڑھا آیا۔ میں ہیئے کو اس سے بجا بھی سکتا تھا بلکہ جلد بازی کے جتوں میں تھسائے لئے چلا گیا۔ دفتاراً نجیں جدید شاعری کے انداز میں بلبلیا اور پھر کے ٹھانے کے سُر لایا ہے لگا۔ گماڑی دھکا کھا کر دم بخود ہو گئی اور پیکر پھری میں تبدیل ہو کر نیز کی سکل تک جا ہیجے۔

یا پیر ان پیر دستیر۔ یا غوث الظیر۔ شہر بھی کافی ذور تھا۔ بونٹ اٹھا کر میں نے مشین کا جائزہ لیا جائزہ کیا۔ جھک کر دی۔ مجھے ہی میں نہ آیا کہ اب من مرد دپر تھس میں خدیث کا حملہ ہوا ہے۔ سرور دکر رہا تھا۔ وسی وقت خون کی چند بوندیں پاٹھ پر تھیں۔ میں تو بھولی ہی گیا تھا کہ ستر جمیڈ کے ایک پتھر نے میرے مالھے سے کیسا

میں بدنام ہے۔ ”محترمہ۔ اسکے پیسے مجھے بیٹا کہتے ہیں گستاخ نہ ہو گی اگر میں آپ کو مان گوں۔“

اور اسی لمحے ایک زبانے کا چانٹا میرے گال پر رسید ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ زندانی کا زیادہ زور اسٹرینگ جھیل پر منفل ہوا ہو۔ کم سے کم ان کے لمبے ناخن تو میرے گال پر خراش ڈالی ہی گئے تھے اور اٹھی کاشاہد ایک دو بال بھی ناخنوں سے پٹا جلا گیا ہو۔ میں ہر کتاب کارہ گیا۔ ان کی آنکھیں شعلہ ریز تھیں۔ ”پڑی ظالم ماں ہو۔“ میں پڑ پڑایا۔ ایک جانٹا اور پڑا مگر اب میں ہو شیار تھا۔ تیزی سے تھکے کو جھک کیا اور ان کا ہاتھ ڈیش پورڈ سے گلرا یا ٹیچنہ سکاری بلند ہوئی۔

”ذلیل۔ کینے۔ سور۔ تم مجھے جمالی نیتے ہو۔ مار ڈالوں گی۔“

”اگر میں جمالی ہے محترمہ تو کیا بیٹی گھومن۔ بہن کھوں۔“

”مگو اس بنڈکرو۔ مجھے فوراً میرے گھر بخاہ دو۔ دیدی ٹھاکر تھے کہ مولوی ملا جعلی ہوتے ہیں۔ جنگلی خوشی۔“

میری عقل کو ایڑیوں میں چیخ کر لگدی کر رہی تھی۔ بجائے غصے کے مجھے ذور سے ہنسی آئی اور پھر وہ عورت خدا اکی پناہ۔ مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ در دازہ کھلا ہوتا تو ماہر حاگر تا۔ میں نے کھا کسے در دازہ کھولا اور باہر چلنا لگا لگادی۔ میر اس پر تو شاید جن سوار ہوگا تھا۔ دوسرا طرف سے ھوم کر میری طرف آئی۔ بین ھاتھا تو اس نے ایک پتھر پھینچا دیا۔

”میں تھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ماں تو تمہارے پائے بھی نہیں ہوگی۔ مجھے ماں کہتا ہے سور کا کھر۔“ لہجہ دیوانی ہی کا تھا۔ پھر اس نے جھک کر تھر کسکر اٹھا کے اور بوجھا شروع کر دی۔ جنماٹکے باوجود

چوڑوں۔ کیا انجام ہونا ہمچوں سیاہ کارنا ہنگار حسیان
شعار وغیرہ وغیرہ کا۔

مسنون شید کو اب ایسا یہ ہے آنسے والا تھا۔ ان کے
منہ سے بلائی سی عزغراہ بہت نکل رہی تھی۔ پیوٹوں میں بھی
خفیف سی لرزش تھی۔ میں خالی الذہنی تی حالت میں
انھیں تکے جا رہا تھا۔ (جاری)

درق ورق روشن [ابن الصاق اور علم حکمت کا

ابن الصاق اور حکمت کا درق ورق روشن کرے گا۔ اس کتاب میں مؤلف نے تسانی، حدیث، آثار، تاریخ اور معیاری طریق سے اللہ، رسول اور دنیا بھر کے دانشوروں، مصلحوں اور علمیوں کے بہت ہی مقید و نقیص ارشادات حروف، ابھی کی ترتیب سے جمع کئے ہیں۔ مثلاً ایمان، انصاف، یا اعفاد یا انتقام کے بارے میں آپ موجود یہاں چاہیں گے تو اس کی فہرست میں یہ عنوان میں جائے گا۔ اسی طرح میں بھی لفظ کو اس کی فہرست میں یہ آسانی ڈھونڈا جا سکتا ہے جو بہت ثاندار اور لا جواب کتاب ہے۔ قیمت مجلد میں روپیہ صرفیات ہے متوسط رابر

طوفان کے ساحل تک [محمد اسد (سابق یو یو ڈبیس)]

اور سبق آموز داستان خود ان کے قلم سے۔ فکری بلندی اور علمی دراست سے مالا مال۔ اور دو ترجمہ نہایت گفتہ قیمت مجلدات روپیے۔

ہندوستان اسلامی عہد میں [مسلمانوں کے دو حکومتیں]

تمدن، نظام حملکت، نظر آزادالت، معاشرہ، قانون رفاه، عالم اور رسم و رواج کے ہمدوں سے کیا تھا اسکی بہترین قلمی تصویر یہ کتاب میں اساعبد الحمدی نے عربی میں تصنیف کی تھی اسکر وال اور شفقتہ ترجمہ جناب مولانا شمس تیرنر خاں نے کیا ہے تشویح میں ملتا ابو الحسن علی شریعی کا مبسوط مقدمہ ہے۔ قیمت مجلد بارہ روپیے

شفقت بھر اسلوک کیا تھا۔ باقاعدہ منہ پر بھر تو معلم بیو اگر دارہ میں بھی خاصی بچپنا ہے۔ پونٹ کو پیچ کر غصب نہ آئینہ کے سامنے آیا۔ بجانانہ کیا بہادر آرہی تھی اور دشے زیبارہ۔ خون کے کتنی قطرے دار اور بھی میں ابھر رہے تھے۔ کتنی بھیل کر خشک ہو گئے تھے۔ گال پر دوالاں لکھیں تھیں۔ ما تھے کاظم منہ چڑھانے کے انداز میں سکر اور ہاتھا۔ کتنی سکنڈ اپنا ہی جلوہ دیدہ عبرت سے دیکھتا رہا پھر دعا نیاں آیا کہ ہمیں یہم صاحب شیخ ہو گئی ہوں۔ پہنچ کر بھلی بھڑک کی پروگھنا۔ خدا کا شکر ہے سانس آرہا تھا۔ چہرے پر زندگی کے آثار تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ نخدادی کی دار نے اپنے اشک کو ٹھوڑی تک پہنچایا ہے جی میں آیا گھاڑی کو سر بر اٹھا کر ایک لامکھیں فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑا چلا جاؤں۔ منجم ہرگز کسی پہنچت بیوہ کی اجر جو ہوتی مانگ کی طرح منسان تھی۔ دور دوڑ تک آدم نہ آدم زاد۔ فریبک ایک درخت پر بیل بولی یا بولا۔ غالباً پیر رحمۃ اللہ کی غائبانہ توجہ سے میں اس وقت پرندوں کی بولی سمجھنے کی روزش میں اگا تھا۔ بیل صاف تھا رہی تھی یا کہہ رہا تھا۔ اور جلا او دارہ میں لگا کوکاڑی۔ لور چلا اور دارہ میں لگا کوکاڑی۔ اُس پاس کوئی بچوٹا مٹا بھر بھی نہ تھا کہ میکنیوں ہی کو مدد کے لئے نکارتا۔ بس ایک ہندو رہنماء مکان تقریباً صرف فرلانگ کے فاصلہ پر نظر آرہا تھا جس کی شکستہ حالی بتا رہی تھی کہ اُتو اور چچاڑا ہی اس میں چیل کی باسری بجا رہے ہیں بیوں گے۔ بھر بھی میں پکڑنے سے ہوتا ہوا اس نکتہ پرچ

بھاگیا شاید کوئی مل جائے۔ مل جانے پر کسی قسم کی مدد اس سے حاصل ہو سکے گی یہ بعد کا سوال تھا مگر موقع فضیل ثابت ہوتی۔ کتنی خستہ حال کو ٹھریاں ویران پڑی تھیں۔ بھلی ہوتی چھٹیں مسدس حالی پڑھ رہی تھیں۔ پتا نہیں کہ کسی زمیندار نے یعنی عشرت کدہ بنایا ہو گا۔ پکڑنے کی پرانے قدموں کے نامان نشانات چھوٹا ہوا میں بھر گھاڑی تک لٹا۔ اہمی کیا تھا۔ کس تھرے سے سر

خاتم محمد عثمان فارقیط کا اعتراف حق

دیر اعلانیہ فارقیط صبا کی طرف بخبار دعوت سہ روزہ ایڈیشن مورخ ۲۵ جنوری ۱۹۷۱ء)

پاکستانی ائمبلی نے ان طبقوں کو خارج ازاں
قرار دیدیا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
بھی کسی بیوتوں کے قابل ہیں اس فیصلہ کی زد قادیانی
حضرات پر پڑی۔ چند تعلیم یافتہ حضرات ایک طویل
تحریر لے کر رامن کے پاس آئے اور اس کی اشاعت
پر زور دیا رامن اصل مضمون سے بہت کچھ خذف
ترمیم کے بعد مضمون واپس کر دیا جو ماہنامہ بشستان میں
شائع کر دیا گیا۔ مضمون کے آغاز میں رامن نے لکھ دیا

تماکہ دانشوروں کے پر خیالات اس لئے پیش کئے جا
رسے ہیں کہ طیاہ کرام ان کا اصلی شخص جواب دیں یہ بھائی
دیا تھا کہ رامن کے اپنے خیالات مخوضاً ہیں، رامن نے
مضمون کا عنوان دانشوروں کے لئے چھوٹا باقاعدہ
وہ اس پر کوئی تغییر نہ لگا سکے اور اپنے بڑے قلمبھی سے
اس پر میرانا دیدیا اور لوگ غلطی میں پڑھنے کے اصل
مضمون سیری طرف سے شائع ہوا ہے۔

مضمون کی وجہ میں دو اسلامی اہناموں نے بہت
کچھ لکھا۔ ماہنامہ تحلیل دیوبند اور الفرقان لکھنؤ کے
حوالات درست پائی گئے۔

۱۔ رامن کی اپنی تحقیق میں وہ احادیث بالکل صحیح
ہیں جن میں صحیح موعود کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ایک
امتنی اور مجدد کی حیثیت سے ضرور آئیں گے اس بارے
میں میرے خیالات مولانا ابوالکلام آزاد رحم کے
خیالات سے الگ نہیں ہیں۔

۲۔ جو علماء بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کے منکریں
جن میں صحیح موعود کی آمد کا وعدہ دیا گیا ہے وہ تکفیر کی دلیں

اللہ کا ہزار شکر ہے کہ محترم فارقیط صبا۔ زفلط
نہیں کو فرع کر دیا۔ یہ تم بھی نہیں کہتے کہ جو عالمی تحریت
علماء نزول تحریک والی روایات پر واعده فتن کے رفع سے
تفکر کرنے کے بعد یہ تیجہ نکالنے ہیں کہ یہ روایات قابل
اعتماد نہیں ہیں وہ کافر ہیں۔ نہیں اسیم اپنے نقطہ
نظر سے علمی مخالف ہو کر ہیں۔ نہیں کہ لفڑوں کی کافتہ
نہیں لگا ہیں گے کونکہ نہ تو وہ حدیث رسول ﷺ میں
یہ لکھا تاویلات کے تجھم ہیں نہ انھوں نے اپنے تہجیہ
فلک کو کسی حدید نبوت کے فتنہ خجیشہ کی بنیاد بنا کے
قادیانی بھی الگ فتنی دلائل پیش کر کے صرف یہ کہتے ہیں
نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ وفات پاچے اور اب اپنی
نازال نہیں ہونا ہے تو ان پر خارج ازاں ہونے
کا حکم نہیں لگتا۔ لگرانی کی شرارت تو یہ ہے کہ فتن
کی روشنی میں نہیں بلکہ ایک باطل خواہش و رجحان
کے انتباہ میں وہ جیسا تحریک کا تو انکار کرتے ہیں لیکن
نزول مسیح کی روایات کا انکار نہیں بلکہ ان کے مقہوم
مصدرات میں صریح تحریفیں کر کے مرزا غلام احمد کو تحریک

تجھی

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی نئی تصنیفات

جب ایمان کی بہار آئی

مجاہد کبر سید احمد شہید اور آپ کے عالی ہمت رفقاء کے ایلان افزون حالات، مشروع میں سپرھائی کی سیرت کا مکمل خلاصہ ہے اور اس کے بعد تحفہ اور اثر انگریز واقعات۔ مولانا ندوی کے موت خانہ، ادبیات، اور مجاہد اثر قلم سے۔ قیمت — بارہ روپے۔

پرانے پھراغ

یہ کتاب علامہ سید سلمان ندویؒ مولانا اشرف علیؒ مولانا حسین مدینیؒ مولانا عاصی اللہ تجویریؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ، ڈاکٹر فردیؒ، ڈاکٹر سید محمد امینؒ اور مولانا شاہ معین الدین ندویؒ جس سماں تک وابہل مکمل تذکرے پر مشتمل ہے۔ بہترین ادبی اسلوب کا نمونہ ہے جو دلچسپ تفید اور اثر انگریز ہے۔ آخر تجویری تک منظر ہاں پر آہی سے۔

ذکر خیز

مولانا ندوی کی والدہ ماجدہ کے متاثر حالات زندگی تجربیں انکی تعلیمی و تربیتی تھوڑی سیات، ذکر و عبادت و دعاء و مناجات کے شوق و انجامات کے واقعات ہیں جو یورپیوں، مردوں، بیویوں اور بچیوں سے کہتے ہیں میں قید و سبق آموز۔ قیمت صرف — تین روپے۔

مسئلہ تعداد و احاج

اس اہم مسئلے پر ایک عرب فاضل شیخ عبد العزیز القناعی کی نئی بحث قرآن حکیم اور عقل سالم کی روشنی میں۔ قیمت صرف ایک روپیہ چھیس لئے۔ مفہوم القرآن پارہ الام — دو روپے۔

مکتبہ فردوس مکارام نگر در بیان لکھتو

موعود بناد التے ہیں۔ جسی قسم کی تادیلات رئیسکہ انہوں نے آیات واحد بیٹھ میں کی ہیں ان کی نظر تاریخ اسلام تین نہیں ملتی۔ وہ نصوص کو توڑنے مردی میں ضنكہ خیز اور نفرت انگریز حدول تک جا پہنچے۔ اسی لئے ان پر کفر ثابت ہوا اور علماء حق نے اس کی نشاندہی کی۔

محترم فارقی طھا۔ کام علان سرت بخش ہے۔ نیکن ہم نے خط کے ذریعہ انھیں شورہ دیا ہے رہی، علان شہستان میں ضرور چھینا چاہیے تاکہ ان تمام لوگوں کی نظر و سے کذربجاتے جو شہستان پر حصہ کر غلط اور چیزوں کا شکار ہوئے ہیں۔ اگر وہاں انہیں چھینا تو ملکی مافات نہیں ہوتی۔

اب صرف مولانا اس عالم اجد دریا مادی باقی رہ گئے ہیں جو قادیانیت کے لئے "زمگوش" رسمتھے ہیں۔ ان کی یہ روشنی الگ جو بجائے خود کوئی ایمیت نہیں رکھتی لیکن خداون کی آخرت کے تعلق سے پہ بڑی تحدیوش ہے۔ وہ الگ علانہ اعتراض حق اور پھلی حرربا سے رجوع کے بغیر رحلت کر گئے تو یہ ان کے بھی خواہیں اور عقیدت مندوں کے لئے بڑا سجدہ حادثہ ہو گا۔ ہم گناہگار بس دعا ہی کر سکتے ہیں۔ ان جیسے جہاندید اور سردوگرم پیشیدہ بزرگ کو قابل کرنا ہماری دُنیسوں سے باہر ہے۔

مند امام احمد کی کتبہ مند ابوبکرؓ	غیر مجلد	۲ جلد	-
اعمال قرآنی ضمیم ایڈیشن در فکاغذ کتابت و طباعت نہایت عمدہ	مجلد	-	-
تفہیمہ جوگات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	-	۲۵	-
غارسی کی پہلی کتاب مکی مع طاطشل	-	۲۵	-
مفہوم القرآن پارہ الام	-	۵۰	-
ہمارا دین حق	-	۳	-

متا جامع مقبول [کرمی عکسی] مولانا اشرف علی کی مقبول
بڑانے اور نئے رضاوں کے ساتھ قیمت - چھ روپیے۔
د مجلہ سات پیسے۔

رمضان کیا ہے؟ [مولانا محمد عبداللہ بلوی کے
رسخنامہ] رشحات قلم - رمضان کے موضع
پر خوب ترکہ کتاب - قیمت مجلہ - میں روپیے۔
تبیغی تعلیم [علمی سرگرمیاں محمد سلفیں] اس میں
کر سنانوں نے اپنے شاندار مااضی میں دین کی تبلیغ و تعلیم
کے ساتھ ملکوں کو شکست کی۔ مسجدیں، راستے، بازار، کہیں بھی
ہوں سماں بنتے رہے۔ دنیا کے کار و بارے اپنیں دین
سے غافل نہیں کیا۔ (از قاضی مبارک پوری)
قیمت - ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔

القشروف [الصوف کی معرفت میں مولانا اشرف علی کی
معروف کتاب - قیمت - سولہ روپیے۔

سفر مصروف جائز [امیر شروعت مولانا منظہ اللہ بہاری]
معلومات افسوس نامہ - قیمت - دو روپیے ۵۰ پیسے۔

بریلوی فتنے کا نیا روپ [اہل قلم جاہلی شر القادری]
کی تصنیف "نالزلہ" کا تقدیمی جائزہ۔ تحریف و تبیس
کی شاندہری۔ وچھپ علمی و منطقی تجھیں۔ دستاویزی حقائق۔
کتاب کے فضل مصنف جناب مولانا محمد عارف سنجی نے بڑے
دلکش اور فہمہ زانہ از میں لفظ و تعقیب کا فریضہ ادا کیا ہے۔
قیمت - پانچ روپیے۔

حیات عجلہ الحی [ایک ممتاز عالم دین اور خادم ملت
کی ایک سیماں افسوس اور حیات۔ قیمت مجلہ تیرہ روپیے ۵۰ پیسے۔

قرآن اور حسیر سیرت [اور ادب صلح مکالمہ تجوید] -
ڈاکٹر میر ولی الدین کے قلم سے۔ صات روپیے ۱۵۔

جاشرۃ تراجم قرآن [قرآن کے تراجم ہوئے اسکی
تحقیق و تفصیل مترجمین اور شارحین کے نام۔ ایمان افزایش
اور معلومات افزائی کتاب ہے۔ قیمت - چھ روپیے۔

غذیرۃ الطالبین راردو [امضت شیخ عبداللہ دیوبندی]
قیمت مجلہ - میں روپیے۔

تاریخ اسلام کے حیرت انگیلیحات [اقا ہرہ کے ایک
عبدالله غدن و تاریخ نئے اسلوب میں۔ تاریخ اسلام
کے بہن و قاتع پر علم و تحقیق کی روشنی۔ ساطھ سلادہ و پی
اسلام اور ترقی ابریز ارشادات۔ ۴۰ پیسے۔

تذکرہ مولانا عبد اللطیف نعماںی [ایک ممتاز
شخصیت مولانا عبد اللطیف نعماںی مشیخ الحدیث مفتاح
العلوم متو ۹۲۳ھ کی دینی، علمی، سیاسی اور مجاہد انسان دیگی
کے زندہ و جاودہ کارنا میں اور اہل علم اور رہنمایان ملک و
ملکت کے خواجہ اے عقیدت۔ قیمت - پانچ روپیے۔

تاریخ الفخری [ایک کتاب کا ترجمہ اردو فارسی اور فرنچ
زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ کی خدمات میں اردو
ترجمہ حاضر ہے۔ قیمت - تیرہ روپیے ۵۰ پیسے۔

مکہ و مادا خواجہ معصوم سرہندی [معارف و اسرار
اور نکات و لطائف سے لبریز خطوط اردو و لباس میں طالعہ
کی بہترین پیشہ۔ قیمت - چھ روپیے۔

مکتبہ تجلی - (دیوبند دیوپی)

۱	تزریکتہ نفس مجلد تجزیہ مجموعہ	۱	بُشَّاتِ کی دنیا مولوی تقبیل سیہو بار دوی عمليات اور جادو پورے یا جگلی حضراۓ چوہ سوہریس پلے کا سپند و ستان مولانا صبر الدین سید علی اور ابو الحسن علی نعیی مجلد تصوف کی حققت ر شاہ قطب اللہ بخت اور ورقہ (شاہ عبد القادر جیلانی)
۲	جماعت اسلامی پرنگانے تے گئے الزام اور فتاویٰ کا حائز حسین خویزید تھوف گیا ہے جو سوانا منظور نصائی اور ابو الحسن علی نعیی مجلد دس پیغمبر روت بدعت روح تصوف (از مولانا تھانوی) قرآن اور حدیث از مولانا مودودی کی کامیت صحابہ کیا ہم مسلمان ہیں؟ اول کیا ہم مسلمان ہیں؟ دوم کیا جماعت اسلامی قی پر ہے؟ کشت آبادی کا علاج کما پر دہ ملک کی ترقی میں برکادڑت ہے؟ کیونز میا اسلام؟ مسجد سے میخانے تک اول مجلد مسجد سے میخانے تک دوم	۱	بُشَّاتِ کی دنیا مولوی تقبیل سیہو بار دوی پیاس نایح دھولا حج کو پیش کر کری اعجاز قرآنی یعنی بماروں کا فرآنی علاج بازار رشوت قرآنی رشوت کی روشنی میں مفتاح عمليات یعنی عملیات کی تجویی اکامت جدیدہ کے شریعت عرفان عارف زمزمه ایمان کلام منظوم ایمان اور آزمائش اسلامی نقامر ہمایوں؟ اپنی اصلاح آپ اسلامی خطوط نویسی ہمیشہ زندگی اسلامی نقطہ نگاہ سے بدعست کیا ہے؟ مجلد بلاغ المباین تعزیزیہ علمائے اسلامی تحریک و ابیت سورۃ نور تائیخ غلافت کعبہ قرآن پر ظلم (روقہ بہریت میں)
۳	چھوٹی الغافلین انکشاف بکاوب نولیہ ذریڈ بدعت میں التکشیف شتوح الغرب شہداء پذیر شہادت امام حسین عورت کیا کچھ کر سکتی ہے مجلد	۱	بُشَّاتِ کی دنیا مولوی تقبیل سیہو بار دوی پورے یا جگلی حضراۓ چوہ سوہریس پلے کا سپند و ستان مولانا صبر الدین سید علی اور ابو الحسن علی نعیی مجلد تصوف کی حققت ر شاہ قطب اللہ بخت اور ورقہ (شاہ عبد القادر جیلانی)
۴	مکتبہ تجلی - دیوبند (بچپن)	۱	بُشَّاتِ کی دنیا مولوی تقبیل سیہو بار دوی پورے یا جگلی حضراۓ چوہ سوہریس پلے کا سپند و ستان مولانا صبر الدین سید علی اور ابو الحسن علی نعیی مجلد تصوف کی حققت ر شاہ قطب اللہ بخت اور ورقہ (شاہ عبد القادر جیلانی)

ایک مستند مفصل و روح بروریت سول

سیرت حلبیہ

اُردو میں سیرت کی بہت کتابیں موجود ہیں جو اپنی
جگہ بیش قیمت ہیں لیکن اب بے تقریب ایں سو برس پہلے سے
ایک عالم علی ابن برهان الدین جبی کی سیرت ملیدہ
اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہے اس سے جاب محمد قائم
نے اس کے اُردو ترجمہ کا ہمہ امکیا اور کم استطاعت عوام
تک پہنچانے کے لئے اسے قسطوار چھلپنے کا پروگرام بنایا
چنانجاہ اب تک ۲۰ قسطیں چھپ چکی ہیں اور ہر دو سال
ہمینے قسط آجائی ہے۔

خرابید اسری کا انسان طریقہ

اُپ دور دی پے بھیک حبر بن چائیں۔ فوراً اُپ کو
پہلی دو قسطیں ڈاک ترجیح معااف کر کے صرف ۷ روپے
کی دیا گیا۔ سچھ دی جائیں گی۔ پھر دوسرے پہنچنے اسکی دو
قسطیں اسی طرح پیش کی جائیں گی۔ ۳۰ قسطیں جو کہ موجود
ہیں اس لئے اُپ چاہیں تو ایک قیمت میں دو سے زائد
بھی طلب فرماسکتے ہیں۔ البتہ خیشان شدہ قسطیں ایک
پہنچ جائیں گی تو اس کے بعد بر قسط دو ماہ بعد ہی خالی
کر سکیں گے۔

امید ہے کہ ابی ذوق اس سلسلے سے نائزہ
الٹھائیں گے۔

مولانا عبد اللہ بندھی اور ان کے ناقہ
سوارخ حضرت موسیٰ علیہ السلام

مولانا مودودی اور تصوف ابھا جاتا ہے کہ مولانا
اشن ہیں۔ اس الزام کی پوست کندہ حقیقت خود مولانا
کی اپنا تحریروں کے تین میں ملا احتظر ہے۔ بر کتاب
اپ کو بتائے گی کہ مولانا کس تصوف کے شیخ اور کس کے حوال
میں۔ قیمت مجلد۔ سارے حصے تین روپے۔

تاریخ الفخری تاریخ اسلامی کی ایک مشہور اور مستند
کتاب جس کا ترجمہ اردو، فارسی
اور فرنچ زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ کی خدمت
اُردو ترجمہ حاضر ہے۔ قیمت مجلد۔ تیرہ روپے پیسے
سیرت خلفاء راشدین خلافت راشدہ کے خصائص
تین دین کے فضیلی حالات مصنف۔ مولانا عبدالمحی
قیمت۔ پانچ روپے۔

توبات خواجہ معصوم سرمندی معارف و اسرار
ہدایات لسانی
ہنکات و لطائف سے لبریز خطوط اُردو بس میں طالع
بہترین چیز۔ قیمت۔ پانچ روپے۔

الاسلام مولانا محمد قاسم کی چند تصاویر
شرح وہیل کے ساتھ

صلوٰٹا مجلد	1/-
حجت الاسلام مجلد	4/-
حکمت قاسمیہ	3/-
تہذیب الاسلام	5/5/-

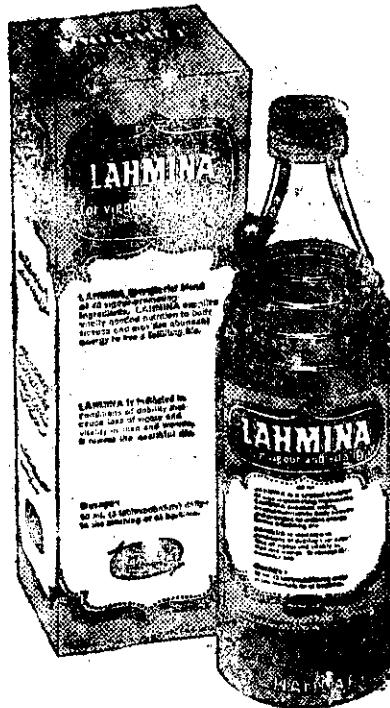
کتب تجلی دلوبند

سرور دخوشی چاہئے والوں کے

لجمینہ

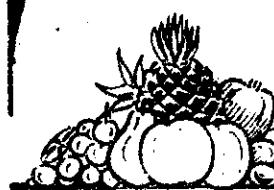
مردوں اور عورتوں کے لیے ایک نئی قوت
جو کمزوری اور اس کے آسپاٹ و ملاج پر برساہرہ ملک
تحقیقات اور تجربات کا پتھر ہے۔
نیشنل میں قوانین اور تنقیبے بھرپور چالیس اور شاندیل
جناسانی سیم اوس کے اختناک پختہ اور طاقت و فرمانے
آپ بھی آج ہی یہی ہے۔

لجمینہ
جسمانی قوتوں کی بیداری کے



صحت کا توازن ...

ماڑوں میں لامہ الحمد خاص کا استعمال
قوت دتوالی ملکتی ہے۔ اس کے صحت بخش
اجز آپ کے رگ و ٹھیکوں میں ساخت
ہو کر تی جان ڈلتے اور سی بیراں میں
ماء الحمد خاص



کوپر بہترین طائفہ